معاشرتی علوم

چھٹی جماعت کے لیے

بنگلہ دیش

نیپال

پاکستان

سری لنکا

مالدیپ

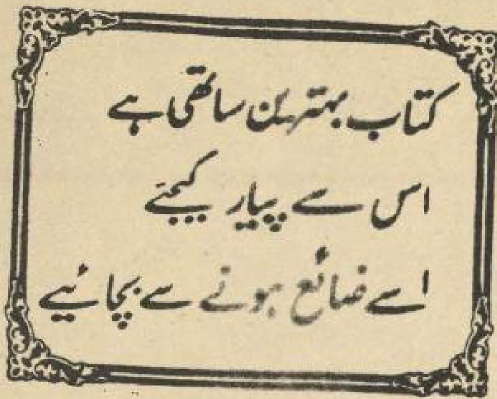
بھوٹان

بھارت

ناشر منصور بک ڈپو، اردو بازار۔ لاہور

برائے پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور





اپیل

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ ایک قومی ادارہ ہے جو پنجاب کے طلبہ کے لیے معیاری اور سستی نصابی کتب بروقت مہیا کرنے کے لیے کوشش کرتا ہے۔ مگر کچھ جعل ساز ناجائز منافع کے لیے بورڈ کی شائع کردہ کتب کے جعلی ایڈیشن گھٹیا کاغذ پر ناقص طباعت کے ساتھ مارکیٹ میں فروخت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بورڈ کو مالی نقصان پہنچانے کے علاوہ اس کی بدنامی کا سبب بھی بنتے ہیں۔ طلبہ اور والدین سے توقع کی جاتی ہے کہ ایسی کتب کی اطلاع بورڈ کو دیں تاکہ ضروری سدباب کیا جاسکے۔ بورڈ کی نصابی کتابوں کی نشاندہی بورڈ کے اس نشانِ خصوصی سے ہوتی ہے جو ہر کتاب کے سرورق پر چھپا ہوتا ہے۔

سیّد فضل حسین
چیئرمین
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ
21-ای-2 ۔ گلبرگ-3 ۔ لاہور

معاشرتی علوم

چھٹی جماعت کے لیے



ناشر

منصور بک ڈپو ، اردو بازار۔ لاہور

برائے

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

تعداد	تاریخ اشاعت	طباعت	تجرباتی ایڈیشن
41000	جنوری 1991	دوازدہم	اوّل

تیار کردہ : پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور
منظور کردہ : قومی ریویو کمیٹی وفاقی وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان

مُصنّفین :
ڈاکٹر حسن عسکری رضوی
نگہت ناہید
محمّد فاروق ملک
محمّد عُمر
حفصہ جاوید

مُدیر :
صاحبزادہ عبدالرّسول
حفصہ جاوید

نگران :
حفصہ جاوید

ناشر :
منصور بُک ڈپو

پرنٹرز :
ندیم یونس پرنٹرز

خطاط : عبدالمتین

فہرست مضامین

باب 1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنوبی ایشیا

محلِ وُقوع

دُنیا میں خشکی کے سات بڑے قطعات ہیں۔ اِن قطعوں کو "برِاعظم" کہتے ہیں۔ ان کے نام ایشیا، یورپ، شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا اور انٹارکٹکا ہیں۔

برِاعظم ایشیا دُنیا کا سب سے بڑا برِاعظم ہے۔ اِس برِاعظم نے خشکی کا ایک تہائی حِصّہ گھیر رکھا ہے اور اس میں دُنیا کے نصف سے زیادہ باشندے رہتے ہیں۔ ایشیا کے درمیانی حِصّہ میں پہاڑوں کے کئی سِلسلے کمان کی صُورت میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان سِلسلوں کے درمیان وسیع سطُوحِ مرتفع ہیں جہاں سطحِ سمندر سے کافی بلند ہونے کی وجہ سے شدید سردی پڑتی ہے۔

وسطی پہاڑوں کے جنوبی سِلسلے کوہ ہمالیہ اور کوہ قراقرم پر مشتمل ہیں۔ یہ سِلسلے سطحِ مُرتفع پامیر سے شروع ہوتے ہیں اور مشرق کی جانب قریباً اڑھائی ہزار کلومیٹر تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان ہی سلسلوں کے جنوب میں جنوبی ایشیا واقع ہے۔

جنوبی ایشیا میں پاکستان، بھارت، نیپال، بنگلہ دیش، بھوٹان، مالدیپ اور سری لنکا شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ریاست جموں و کشمیر اسی قطعہ میں واقع ہے۔ برِاعظم ایشیا میں جنوبی ایشیا کے ممالک خاص اہمیّت کے حامل ہیں۔

مشرق کی جانب دریائے گنگا اور برہم پتر اور مغرب کی جانب دریائے سندھ کے میدان اپنی زرخیزی کے لیے تمام دنیا میں شہرت رکھتے ہیں۔

جنوبی ایشیا میں دُنیا کے بلند ترین پہاڑی سِلسلے واقع ہیں۔ سب سے زیادہ بارش والے علاقے نیز ایسے علاقے جن کا شمار دُنیا کے گرم علاقوں میں ہوتا ہے بھی یہیں پائے جاتے ہیں۔

حدُودِ اربعہ

جنوبی ایشیا کے شمال میں ایشیائی روس اور چین واقع ہیں۔ رقبہ کے لحاظ سے روس اور آبادی کے لحاظ سے چین دُنیا کا سب سے بڑا مُلک ہے۔

جنوبی ایشیا کے جنوب مشرق میں برما، ملائیشیا، انڈونیشیا اور تھائی لینڈ کے ممالک واقع ہیں۔

جنوبی ایشیا کے مغرب میں افغانستان ، ایران ، سعودی عرب اور خلیج فارس کی ریاستیں ہیں۔ یہ سب مسلم ممالک ہیں ۔ اِن کے جنوب میں بحرِ ہند پھیلا ہُوا ہے جس کے مغرب میں بحیرہ عرب اور مشرق میں خلیج بنگال واقع ہے ۔

ایشیا کے نقشے پر نظر ڈالی جائے تو جنوبی ایشیا شمالاً جنوباً 8 درجے عرض بلد شمالی اور 37 درجے عرض بلد شمالی کے درمیان اور شرقاً غرباً 61 درجے مشرقی طول بلد اور 92.5 درجے مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے ۔

پاکستان جنوبی ایشیا میں

پاکستان جنوبی ایشیا کے شمال مغربی اور مغربی حصّہ پر مشتمل ہے ۔ مشرق میں پاکستان کی سرحد بھارت کے صُوبہ پنجاب سے ملتی ہے ۔ پاکستان کے جنوب مشرق میں بھارت کا صُوبہ راجستھان واقع ہے ۔ پاکستان کے شمال مشرق میں ریاست جموں و کشمیر ہے ۔

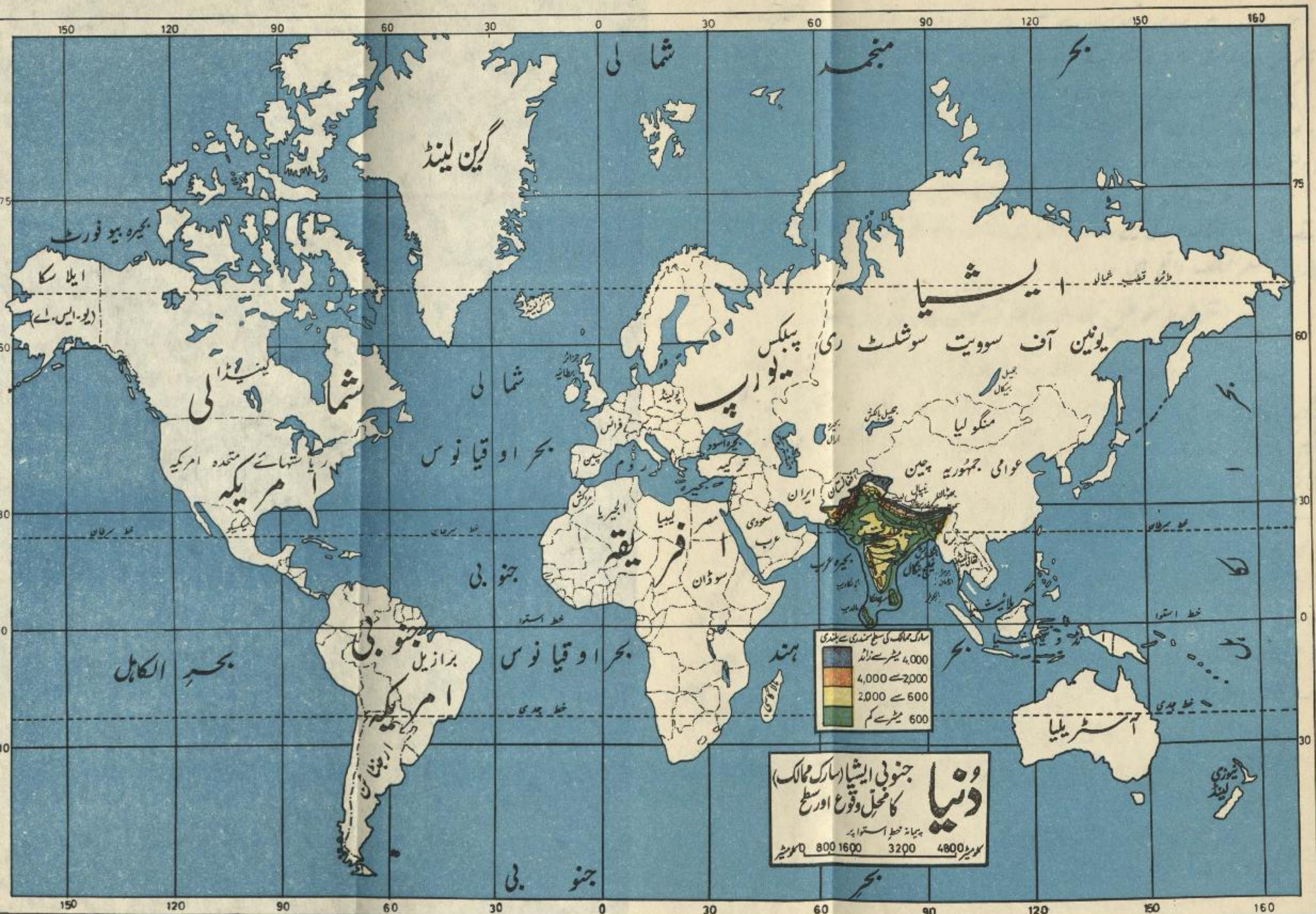
پاکستان کے مغرب میں افغانستان اور ایران اور جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے ۔ طُول بلد اور عرض بلد کے لحاظ سے پاکستان 24 درجے سے 36.65 درجے شمالی عرض بلد اور 61 درجے سے 75.05 درجے طول بلد کے درمیان پھیلا ہُوا ہے ۔

پاکستان کی جنوبی ایشیا میں اہمیّت

پاکستان کے شمال میں قراقرم کے بلند سلسلوں کے ساتھ عوامی جمہوریہ چین کی سرحد شروع ہو جاتی ہے ۔ صدیوں سے ان دونوں علاقوں کے درمیان تجارتی اور ثقافتی تعلقات قائم ہیں ۔ پاکستان اور چین نے دوستی کو مستحکم کرنے اور تجارتی لین دین کو وسیع پیمانے پر فروغ دینے کی خاطر کوہِ قراقرم کے سلسلوں کو کاٹ کر ایک پکّی سڑک تعمیر کی ہے ۔ سڑک کی بدولت اب پاکستان کے شمالی علاقوں کی ترقّی کے نئے راستے بھی کھل گئے ہیں ۔

روس بھی ہمارا قریبی ہمسایہ ہے ۔ ترکستان صدیوں اسلام کی تہذیب کا گہوارا رہا ہے ۔ اب بھی مُسلمانوں کی کثیر تعداد وہاں موجود ہے ۔

مغرب میں ہماری سرحد افغانستان سے ملتی ہے ۔ افغانستان ایک پہاڑی مُلک ہے ۔ یہاں ذرائع آمد و رفت بہُت دُشوار گزار ہیں ۔ چند پکّی سڑکیں ہیں ۔ کوئی ریلوے نظام نہیں ہے ۔ سمندر سے بہُت دُور ہونے کی وجہ سے کوئی بندرگاہ نہیں ہے ۔ اس لیے افغانستان کی بحری تجارت کراچی کے راستے ہوتی ہے ۔ حکومتِ پاکستان نے افغانستان کو اس سلسلے میں بڑی سہولتیں مہیا کر رکھی ہیں ۔



دُنیا
جنوبی ایشیا (سارک ممالک) کا محلِ وقوع اور سطح
پیمانہ خطِ استوا پر
کلومیٹر 4800 3200 1600 800 0 کلومیٹر
سارک ممالک کی سطحِ سمندری سے بلندی
4,000 میٹر سے زائد
2,000 سے 4,000
600 سے 2,000
600 میٹر سے کم
بحر منجمد شمالی
گرین لینڈ
بحیرہ بیو فورٹ
الاسکا
(یو۔ایس۔اے)
کینیڈا
شمالی امریکہ
ریاستہائے متحدہ امریکہ
بحر اوقیانوس شمالی
بحر اوقیانوس جنوبی
بحرِ الکاہل
جنوبی امریکہ
برازیل
یورپ
فرانس
سپین
روم
پولینڈ
بحیرہ اسود
ترکیہ
یونین آف سوویت سوشلسٹ ری پبلکس
ایشیا
منگولیا
عوامی جمہوریہ چین
ایران
افریقہ
الجیریا
لیبیا
مصر
سوڈان
سعودی عرب
بحیرہ عرب
خلیج بنگال
بحر ہند
مالدیپ
ملائیشیا
آسٹریلیا
نیوزی لینڈ
خط سرطان
خط استوا
خط جدی
دائرہ قطب شمالی
جنوبی
150 120 90 60 30 0 30 60 90 120 150 160

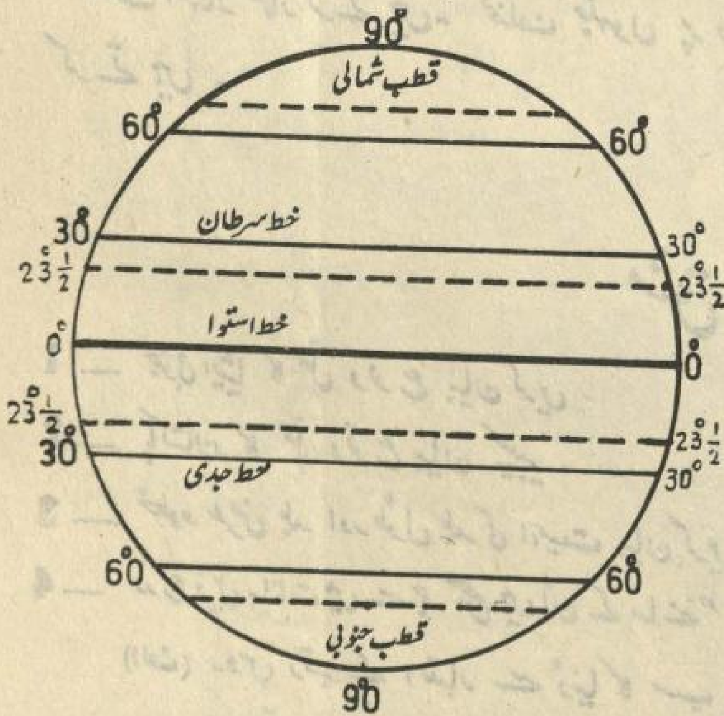
جنوب مغرب میں ہماری سرحد ایران سے ملتی ہے ۔ ایران کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات صدیوں سے قائم ہیں ۔ اقتصادی تعاون کی تنظیم کے معاہدے کے بعد سے تعلقات اور بھی مضبوط ہوگئے ہیں ۔

پاکستان مُسلم ممالک کے قریباً وسط میں واقع ہے ۔ پاکستان کے مشرق میں بھارت کا وسیع مُلک ہے ۔ بھارت کے مشرق میں مُسلم اکثریت کے ممالک کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ۔ جس میں بنگلہ دیش ، ملائیشیا ، انڈونیشیا اور برونائی دارالسلام شامل ہیں ۔

مغرب کی طرف ایران ان اسلامی ممالک کے ساتھ منسلک ہے جو مشرق وسطیٰ کے ممالک کہلاتے ہیں ۔ یہ ممالک معدنی تیل سے مالا مال ہیں ۔ اس سے اور آگے مغرب کی طرف شمالی افریقہ کے مُسلم ممالک واقع ہیں ۔

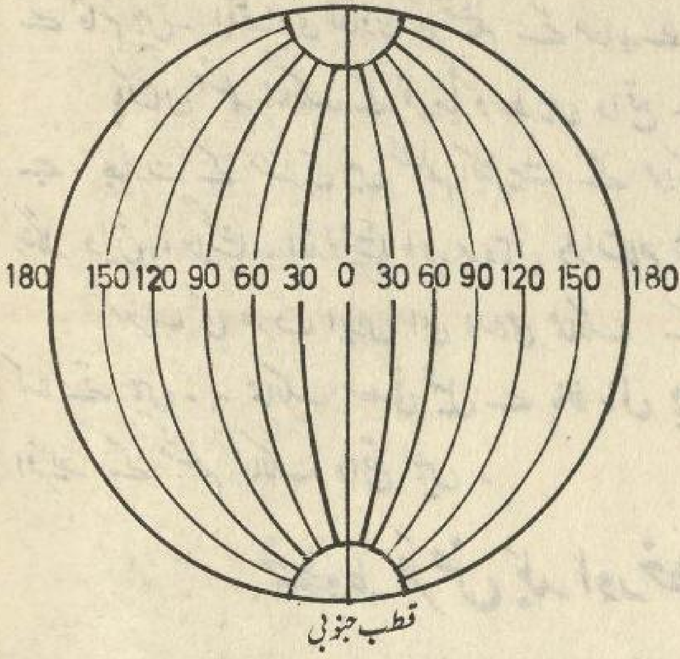
خطوط عَرض بَلد اور خطوط طُول بَلد کی اہمیّت

خطوط عرض بَلد اور خطوط طُول بَلد نقشہ پر کسی مقام کا محلِ وقوع معلُوم کرنے میں بہُت مددگار ثابت ہوتے ہیں ۔ یہ خطوط درجوں میں ظاہر کیے جاتے ہیں ۔ جب کسی مقام کا محلِ وقوع معلُوم کرنا ہو تو ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہمیں پتا ہو کہ وہ مقام کتنے درجے عرض بَلد پر اور کتنے درجے طول بلد پر واقع ہے ۔



1۔ خطِ استوا پر جتنے مقامات واقع ہیں ، ان کا عرض بلد صفر درجہ ہے ۔ خطِ استوا کے متوازی شمال اور جنوب میں جتنے درجے پر کوئی خط شرقاً غرباً کھینچا جائے ، وہ اس جگہ کا عرض بَلد ہوگا ۔

2۔ خطوط عرض بلد کی مدد سے ہم کسی مقام کی آب وہَوا کے بارے میں بھی اندازہ کرسکتے ہیں ۔ جُوں جُوں خطِ استوا کے قریب آئیں گرمی بڑھتی جاتی ہے ۔ اس کے برعکس اگر خطِ استوا سے دُور جائیں تو گرمی کم ہوتی جاتی ہے ۔



3 — خطوط عرض بلد کی مدد سے ہم کسی دو مقامات کے درمیان شمالاً جنوباً فاصلہ بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ دو خطوط عرض بلد کے درمیان قریباً **110** کلومیٹر کا فرق ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک مقام **30** درجے جنوبی عرض بلد پر ہے اور دوسرا **60** درجے جنوبی عرض بلد کے درمیان واقع ہے۔ دونوں کے درمیانی فرق **60 — 30 = 30** کو **110** سے ضرب دیں تو فاصلہ نکل آتا ہے جیسے **30 × 110 = 3300** کلومیٹر۔

4 — خطوط طول بلد وہ خطوط ہیں جو قطب شمالی کو قطب جنوبی سے ملاتے ہیں اور خطِ استوا کو عموداً کاٹتے ہیں۔ جو مقامات ایک ہی طول بلد پر واقع ہوں وہاں دوپہر ایک ہی وقت ہوتی ہے۔ انگلستان میں گرین وچ کے مقام سے گزرنے والا خط صفر درجہ مان لیا گیا ہے۔ اِسے "نصف النہار" شمار کرتے ہیں۔ مختلف جگہوں پر دوپہر ہونے کا وقت نصف النہار سے معلوم کرتے ہیں۔

مشق

1 — جنوبی ایشیا کا محلِ وقوع بیان کریں۔

2 — پاکستان کا محلِ وقوع بیان کیجیے۔

3 — خطوط عرض بلد اور طول بلد کی اہمیت بیان کریں۔

4 — درج ذیل بیانات میں سے جو صحیح ہیں اُن کے سامنے "ص" اور جو غلط ہیں اُن کے سامنے "غ" لکھیں۔

(الف) روس رقبہ کے اعتبار سے دُنیا کا سب سے بڑا مُلک ہے۔

(ب) چین آبادی کے لحاظ سے دُنیا کا سب سے چھوٹا مُلک ہے۔

(ج) سری لنکا بھارت کے شمال میں واقع ہے ۔

(د) جنوبی ایشیا کے شمال میں دُنیا کے سب سے بلند پہاڑی سلسلے ہیں ۔

5 ــ خالی جگہیں پُر کیجیے :

(الف) پاکستان .... درجے اور .... درجے عرض بلد کے درمیان واقع ہے ۔

(ب) جنوبی ایشیا کے جنوب میں .... کا مُلک ہے ۔

(ج) جنوبی ایشیا میں .... ممالک شامل ہیں ۔

باب 2

جنوبی ایشیا کے طبعی خدوخال

طبعی خدو خال سے مُراد سطح زمین کے وہ حصے ہوتے ہیں جن کو ہم بلندی اور شکل کے اعتبار سے علٰحدہ علٰحدہ پہچان سکتے ہیں۔

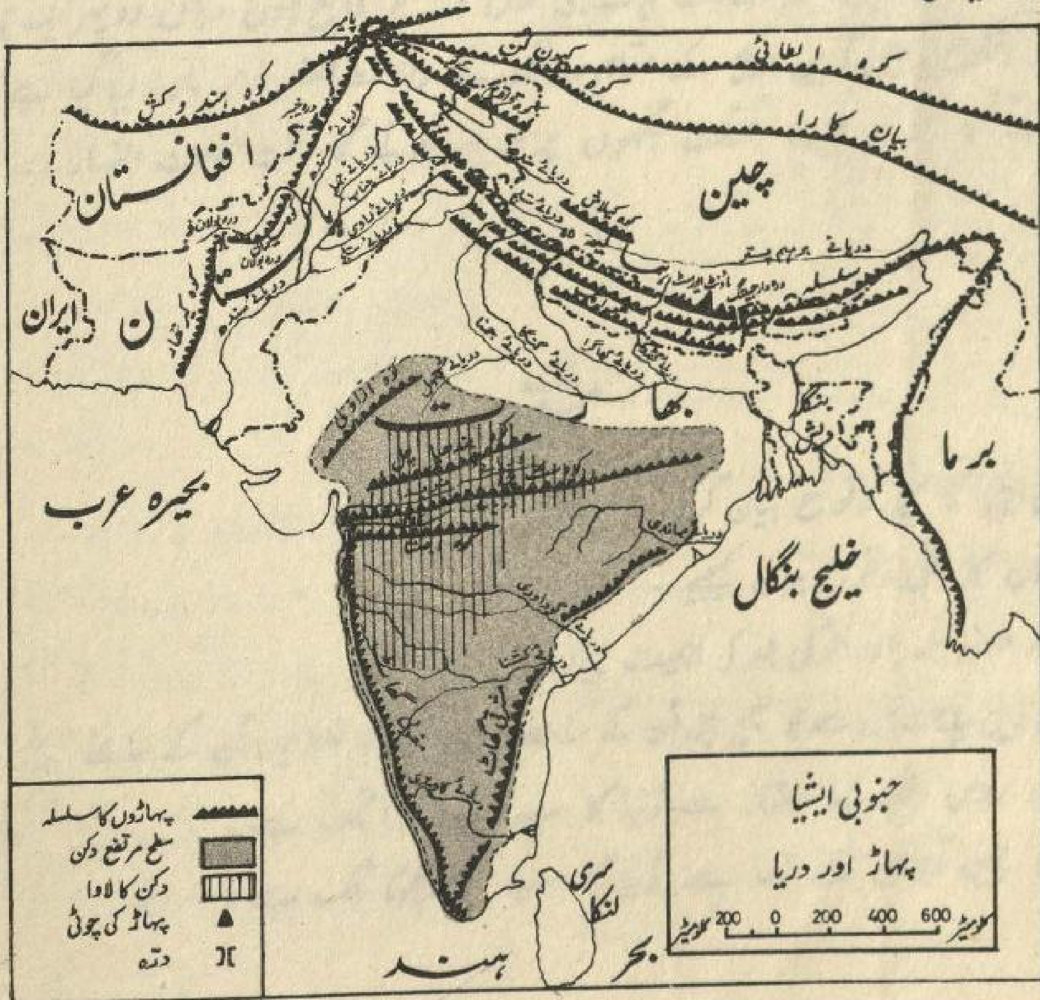
جنوبی ایشیا کی سطح زمین کہیں سے اُونچی ہے کہیں سے ہموار، کہیں بلند پہاڑ پائے جاتے ہیں تو کہیں میدان۔ کہیں سطح مرتفع ہیں تو کہیں ریگستان۔

جنوبی ایشیا کو سطح کے لحاظ سے مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1 — شمالی پہاڑ اور اُن کی مشرقی اور مغربی شاخیں۔

2 — (ا) شمالی میدان۔

(ب) دریائی میدان



(ج) ساحلی میدان ۔

(د) صحرائی میدان ۔

3 ۔ سطح مرتفع پوٹھوہار، سطح مرتفع بلوچستان اور سطح مرتفع دکن ۔

پہاڑی سلسلے

پہاڑ زمین کے ایسے حصے کو کہتے ہیں جہاں نشیب و فراز بہُت نمایاں ہوں ۔ اس حصہ زمین کی سطح بہُت پیچیدہ ہوتی ہے ۔ یہاں اُونچی اُونچی چوٹیاں، گہری وادیاں اور درّے نظر آتے ہیں ۔ پہاڑوں کے ایک لمبے سلسلے کو "سلسلۂ کوہ" کہتے ہیں ۔ پہاڑی علاقے کی بلندی اطراف کی سطح سے قریباً 610 میٹر یا اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے ۔

جنوبی ایشیا کے پہاڑی سلسلے دُنیا بھر میں سب سے بلند ہیں اور جنوبی ایشیا کے لیے ان کی بہُت اہمیت ہے ۔ اِن کے مندرجہ ذیل حصے ہیں ۔

(الف) شمالی پہاڑی سلسلے

کوہ ہمالیہ اور کوہ قراقرم پر مشتمل یہ سلسلے پُورے جنوبی ایشیا پر کمان کی شکل میں پھیلے ہوئے ہیں ۔ ان کا مرکز پامیر میں ہے ۔ اِن کی کُل لمبائی دو ہزار پانچ سو ساٹھ کلو میٹر کے لگ بھگ ہے ۔ اِنھی پہاڑوں میں دُنیا کی بلند ترین چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ نیپال میں ہے، جب کہ دُوسری بلند چوٹی کے۔ٹو پاکستان میں ہے ۔ اس چوٹی کے ساتھ ساتھ بہت سی بلند چوٹیاں نانگا پربت، راکا پوشی، ترچ میر اور گاشا بروم وغیرہ ہیں۔ یہ چوٹیاں دُنیا بھر کے کوہ پیماؤں کی توجّہ کا مرکز ہیں۔ کوہ ہمالیہ کے تین متوازی سلسلے ہیں ۔ ایک سلسلہ میدانوں کے قریب سے شروع ہو جاتا ہے ۔ یہ کم بلند ہے اور "تلہٹی" کہلاتا ہے ۔ اس کے شمال میں دُوسرا سلسلہ قدرے بلند ہے اور "ہمالیہ صغیر" کہلاتا ہے ۔ پاکستان کے اس سلسلہ میں مری، ایوبیہ اور نتھیا گلی جیسے خُوبصورت مقامات واقع ہیں ۔ اس طرح اس سلسلے کے دُوسرے صحت افزا مقامات شملہ اور ڈلہوزی بھارت میں ہیں اور شمال میں تیسرا سلسلہ ہے جو انتہائی بلند ہے جس کی چوٹیاں سارا سال برف سے ڈھکی رہتی ہیں ۔ اس کو "ہمالیہ کبیر" کہتے ہیں ۔ پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش کے مشہور دریا، دریائے سندھ، دریائے گنگا، اور دریائے برہم پُتر بھی اِنھی پہاڑوں سے نکلتے ہیں ۔ کوہ ہمالیہ کبیر کے شمال میں اِن پہاڑوں کی بلندی کم ہوتی جاتی ہے ۔ انھیں "لداخ کے سلسلے" کہتے ہیں ۔ کوہ لداخ کے شمال میں دُنیا کی بلند ترین سطح مُرتفع تبت واقع ہے ۔

کوہ ہمالیہ کے سلسلوں کی بلندی جنوبی ایشیا کے لیے بہُت مُفید ہے ۔ گرمیوں کے موسم میں جب بحیرۂ عرب اور خلیج بنگال سے بُخارات سے بھرپُور ہوائیں آتی ہیں تو یہ پہاڑ انھیں روک لیتے ہیں

اور جنوبی ایشیا کے شمالی علاقوں میں خوب بارش ہوتی ہے۔ سردیوں میں یہ پہاڑ سائبیریا اور تبت کی سخت سرد ہواؤں سے جنوبی ایشیا کو بچاتے ہیں۔

(ب) مغربی سرحدی پہاڑ یہ پہاڑی سلسلہ پاکستان کی مغربی سرحد کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اِن میں کوہ ہندوکش، کوہ سفید، کوہ سلیمان اور کوہ کیرتھر شامل ہیں۔ اِن کم بلند پہاڑوں کے درمیان قدرتی راستے ہیں جنھیں "درے" کہا جاتا ہے۔ ان کے ذریعے افغانستان اور ایران میں آمد و رفت آسان ہے۔ ان دروں میں سے درہ خیبر سب سے زیادہ مشہور ہے۔ دُوسرے اہم درے کرم، گومل اور بولان ہیں۔ ان پہاڑوں پر بارش کم ہوتی ہے۔ اسی لیے صرف کوہ ہندوکش کا کچھ حصّہ سرسبز ہے۔ باقی پہاڑ زیادہ تر خشک ہیں اور ان میں صرف برساتی ندی نالے بہتے ہیں۔ جن میں بارش کے ساتھ ہی پانی آتا ہے۔

(ج) مشرقی پہاڑی سلسلے یہ کم بلند پہاڑ بھارت کے مشرقی جانب واقع ہیں۔ اِن کے کچھ حصّے بھارت کے صُوبے آسام میں ہیں اور بقیہ حصّے بنگلہ دیش میں پھیلے ہُوئے ہیں۔ اِن کو چٹاگانگ کی پہاڑیاں کہا جاتا ہے۔ اِن پہاڑیوں پر گرمیوں میں بہُت زیادہ بارش ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ڈھلانیں گھنے جنگلات سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ یہ مشرقی پہاڑ بہُت سرسبز ہیں۔

2- شمالی میدان

میدان سطح زمین کے سب سے اہم حصّے ہیں اور وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہموار زمین جو کہ سطح سمندر سے زیادہ بُلند نہ ہو کو میدان کہتے ہیں۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے 306 میٹر تک ہوتی ہے۔ میدان کی سطح ہموار ہوتی ہے اور اس کی ڈھلان بہُت تدریجی ہوتی ہے۔

(الف) دریائی میدان کوہ ہمالیہ کے دامنی علاقے اور جنوب میں سطح مرتفع دکن کے درمیان دُنیا کے مشہور دریائی میدان واقع ہیں۔ مغرب میں دریائے سندھ کا میدان اور مشرق میں دریائے گنگا اور دریائے برہم پُتر کا میدان۔ یہ میدان اس زرخیز مٹّی سے بنے ہیں جو کوہ ہمالیہ سے نکلنے والے دریا ہزاروں سال سے یہاں بچھاتے رہے ہیں۔ گنگا اور سندھ کا میدان دُنیا کے زرخیز ترین میدانوں میں شمار ہوتا ہے۔

(ب) ساحلی میدان بھارت کے جنوب میں مغربی گھاٹ کی پہاڑیوں اور بحیرہ عرب کے درمیان ایک کم چوڑا ٹھٹھہ سے مکران تک ساحلی میدان ہے۔ اسی طرح مشرقی گھاٹ کی پہاڑیوں اور خلیج بنگال کے درمیان

بھی میدانی علاقہ ہے۔ یہ دونوں میدان بہُت زرخیز ہیں اِس لیے یہاں آبادی گنجان ہے۔ پاکستان میں بھی قریباً آٹھ سو کلومیٹر لمبی ساحلی پٹی ہے جو کم بارش کی وجہ سے زراعت کے لیے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔

(ج) صحرائی میدان
پاکستان کے جنوبی اور جنوب مشرقی جانب ایک بہُت بڑا صحرا ہے جس کا بڑا حصّہ بھارت کے صُوبے راجستھان میں ہے۔ اِسے "تھر" کہا جاتا ہے۔ پاکستان میں پنجاب کے صُوبے میں بہاول پور کے قریب اس کا جو حصّہ واقع ہے اِسے "چولستان" کہا جاتا ہے۔ اس کے کچھُ پاکستانی حصّوں میں آبپاشی کی گئی ہے جس سے انتہائی زرخیز علاقہ میسّر آگیا ہے۔ اِسی طرح بھارت میں بھی آبپاشی کے ذریعے سے زرعی ترقّی ممکن ہوگئی ہے۔ پاکستان کا ایک اور بڑا صحرا تھل اب آباد ہوچکا ہے اور انتہائی سَرسبز ہے۔

3 ۔ سطحِ مُرتفع

سطحِ مُرتفع اُونچی لیکن ہموار ہوتی ہے۔ اس کی سطح پہاڑوں کی طرح ناہموار نہیں ہوتی بلکہ سپاٹ رہتی ہے لیکن اس کا کم ازکم ایک یا ایک سے زیادہ پہلو ڈھلوان دار ہوتا ہے۔

پاکستان میں سطحِ مُرتفع پوٹھوہار اور سطحِ مُرتفع بلوچستان اور بھارت میں سطحِ مُرتفع دکن مشہور ہیں۔

(الف) سطحِ مُرتفع پوٹھوہار
سطحِ مُرتفع پوٹھوہار دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہے۔ یہ سطحِ مُرتفع ہمالیہ کی تلہٹی پر پھیلی ہوئی ہے۔ جنوب کی طرف اس کی حد کوہستان نمک ہے جو اس سطحِ مرتفع کا ایک انتہائی اہم حصّہ ہے۔ اس سطحِ مُرتفع کی اوسط بلندی چھے سو میٹر ہے۔ اس سطحِ مُرتفع سے پاکستان کو بہُت سی معدنیات حاصل ہوتی ہیں۔

(ب) سطحِ مُرتفع بلوچستان
سطحِ مُرتفع بلوچستان بھی پوٹھوہار کی طرح کم بلند ہے۔ کوہ سلیمان اور کوہ کیرتھر اسے میدانی حصّے سے جُدا کرتے ہیں۔ یہاں کوئی بڑا دریا موجود نہیں ہے اس لیے پانی کی کمی رہتی ہے۔ اِس سطحِ مُرتفع پر نمکین جھیلیں اور سنگلاخ چٹانیں ہیں۔ معدنی اعتبار سے یہ پاکستان کا سب سے اہم حِصّہ ہے۔

(ج) سطحِ مُرتفع دکن
بھارت کے جنوبی حصّے میں واقع ہے۔ یہ سطحِ مُرتفع آتش فشانی عمل سے بنی ہے۔ اس پر صدیوں پہلے آتش فشاں لاوا پھینکتا رہا ہے۔ کافی عرصہ گزر جانے کے بعد یہ چٹانیں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئیں اور ایسی مٹی بن گئی کہ اب اس کی سطح پر کھیتی باڑی کی

جاتی ہے - یہ مٹی کپاس کی پیداوار کے لیے بہُت مُفید ہے - سطح مُرتفع دکن میں بھی بہُت سی معدنیات پائی جاتی ہیں -

دریا پاکستان میں دریائے سندھ سب سے زیادہ طویل اور مُلک کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے - اس کی لمبائی قریباً 2700 کلومیٹر ہے - یہ دریا کوہ ہمالیہ کی ایک جھیل مان سرور سے نکلتا ہے - دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا جہلم، چناب، راوی اور ستلج صُوبہ پنجاب کے علاقے میں بہتے ہیں - ان پر مُختلف جگہوں پر بند باندھ کر آبپاشی کے لیے پانی جمع کر لیا گیا ہے - نیز بجلی پیدا کی گئی ہے - دریائے سندھ اپنے معاون دریاؤں کے ساتھ صوبہ سندھ کے وسیع علاقے سے گزرتا ہُوا بحیرہ عرب میں جا گرتا ہے -

بھارت میں دریائے گنگا اور جمنا مشہور ہیں - یہ شمالی پہاڑی علاقے سے نکلتے ہیں - الہ آباد کے مقام پر دریائے جمنا دریائے گنگا سے مل جاتا ہے اور خلیج بنگال میں جا گرتا ہے - ایک اور بڑا دریا برہم پُتر ہے - یہ کوہ ہمالیہ کے شمالی علاقوں سے نکلتا ہے اور آسام و بنگلہ دیش سے ہوتا ہوا خلیج بنگال میں جا گرتا ہے - سطح مُرتفع دکن کے دریاؤں میں مہاندی، گوداوری، کرشنا اور کاویری دریا مشہور ہیں - ان دریاؤں میں عام طور پر موسم برسات میں پانی آتا ہے اور سال کے زیادہ تر حصّے میں خشک رہتے ہیں -

بنگلہ دیش کو تو دریاؤں کا مُلک کہتے ہیں - اس کے مشہور دریا دریائے برہم پُتر، میگھنا، کرنافلی، بوڑھی گنگا اور پدما ہیں - اس کے علاوہ بیسیوں چھوٹے بڑے ندی نالے بکثرت بہتے ہیں - یہ سب دریا اور ندی نالے خلیج بنگال میں گرتے ہیں -

سمندر پانی کے بڑے ذخیرہ کو بحر اور نسبتاً چھوٹے ذخیرہ کو "بحیرہ" کہتے ہیں - جنوبی ایشیا کے جنوب میں بحرِ ہند واقع ہے - اس کا ایک حصّہ بحیرہ عرب پاکستان کے جنوب میں ہے - اِس بحیرے کے ذریعے جنوبی ایشیا کے ممالک کی تجارت عرب اور افریقہ کے ممالک سے ہوتی ہے - بحرِ ہند کا ایک اور حصّہ ہے جو خلیج بنگال کہلاتا ہے - یہ بنگلہ دیش کے جنوب اور جنوبی بھارت کے مشرق میں واقع ہے - خلیج بنگال سے گزرنے والے بحری راستے بنگلہ دیش اور بھارت کے لیے بہُت اہم ہیں -

مشق

1— جنوبی ایشیا کے اہم طبعی خدوخال بیان کیجیے -

2 — سطح مرتفع پوٹھوہار اور سطح مرتفع بلوچستان پر مختصر نوٹ لکھیں۔

3 — جنوبی ایشیا کے دریاؤں اور سمندروں کے بارے میں لکھیں۔

4 — خالی جگہیں پُر کیجیے :

(الف) دُنیا کی بلند ترین چوٹی . . . . ہے۔

(ب) پاکستان کے بڑے میدانی حصّے کو پانچ دریاؤں کی نسبت سے . . . . . . کہا جاتا ہے۔

(ج) پہاڑ کی کم از کم اطراف سے بلندی . . . . ہوتی ہے۔

(د) پاکستان میں واقع سب سے بلند چوٹی . . . . ہے۔

(ر) جنوبی ایشیا کا بڑا ریگستان . . . . کہلاتا ہے۔

(س) پاکستان کا سب سے مشہور درہ . . . . ہے۔

5 — درج ذیل بیانات میں سے صحیح کے سامنے "ص" اور غلط کے سامنے "غ" لکھیں۔

(الف) ساحلی میدان زراعت کے لیے بہُت مشہور ہیں۔

(ب) جُوں جُوں بلندی پر جائیں درجہ حرارت بڑھتا جاتا ہے۔

(ج) جنوبی ایشیا کے دریائی میدان زرعی پیداوار کے لیے بہُت اہم ہیں۔

(د) دکن کی سطح مرتفع کپاس کی پیداوار کے لیے بہُت اہم ہے۔

(ر) پہاڑی علاقے کی بلندی اطراف کی سطح سے 610 میٹر یا اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

باب 3

آب و ہوا

ہماری زمین کے چاروں طرف ہوا ایک غلاف کی طرح لپٹی ہوئی ہے۔ ہوا کے اِس غلاف کو "کرّہ ہوائی" کہتے ہیں۔

ہوا بہت سی گیسوں کا مجموعہ ہے جن میں نائیٹروجن اور آکسیجن سب سے اہم ہیں۔ اِس کے علاوہ ہوا میں پانی کے بخارات اور گرد کے ذرات بھی موجود ہیں۔ ہوا کے اِس کرّے میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ کبھی یہ گرم ہو جاتا ہے اور کبھی سرد، کبھی اس میں نمی کی مقدار بڑھ جاتی ہے تو کبھی گرد و غبار کی۔ کرّہ ہوائی کی اِس کیفیت کو "موسم" کہتے ہیں۔ اگر ہوا ہماری جسمانی ضروریات کے موافق ہو تو ہم کہتے ہیں، موسم اچھا ہے۔ اگر ہمارے جسم کو یہ حالات اچھے نہ لگیں تو ہم کہتے ہیں، موسم اچھا نہیں ہے۔

موسم ہوا کی ایک دن یا کچھ دنوں تک کی کیفیت کا نام ہے۔ لیکن جب ہم آب و ہوا کا لفظ اِستعمال کرتے ہیں تو اس سے ہماری مُراد کسی جگہ پر زیادہ عرصہ تک اوسطاً موسم کیسا رہتا ہے۔

پانچویں جماعت میں پڑھایا جاچکا ہے کہ پاکستان کی آب و ہوا شدید قسم کی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ پاکستان میں اکثر موسم کی شدّت رہتی ہے۔ یعنی گرمیوں میں خُوب گرمی پڑتی ہے اور سردیوں میں خوب سردی۔

آب و ہوا پر اَثر انداز ہونے والے عناصر

کسی جگہ کی آب و ہوا کا اندازہ لگانے کے لیے مندرجہ ذیل عناصر کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔

1۔ خطِ استوا سے فاصلہ

ہماری زمین گول ہے اور سُورج کے گرد گھُومتی ہے۔ سُورج ہی سے ہمیں حرارت حاصل ہوتی ہے۔ خطِ استوا پر اور اس کے قریب کے علاقوں میں سُورج کی شعاعیں سارا سال عموداً پڑتی ہیں اِس لیے اِن علاقوں میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ جُوں جُوں خطِ استوا سے دُور ہوتے جائیں سُورج کی شعاعیں

ترچھی ہوتی جائیں گی۔ ترچھی شعاعیں کم گرم ہوتی ہیں۔ اِس لیے اِن علاقوں میں سردی پڑتی ہے۔حتیٰ کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی کے علاقوں میں جہاں سُورج کی شعاعیں اِنتہائی ترچھی پڑتی ہیں۔ شدید سردی پڑتی ہے۔

2- سمندر سے فاصلہ

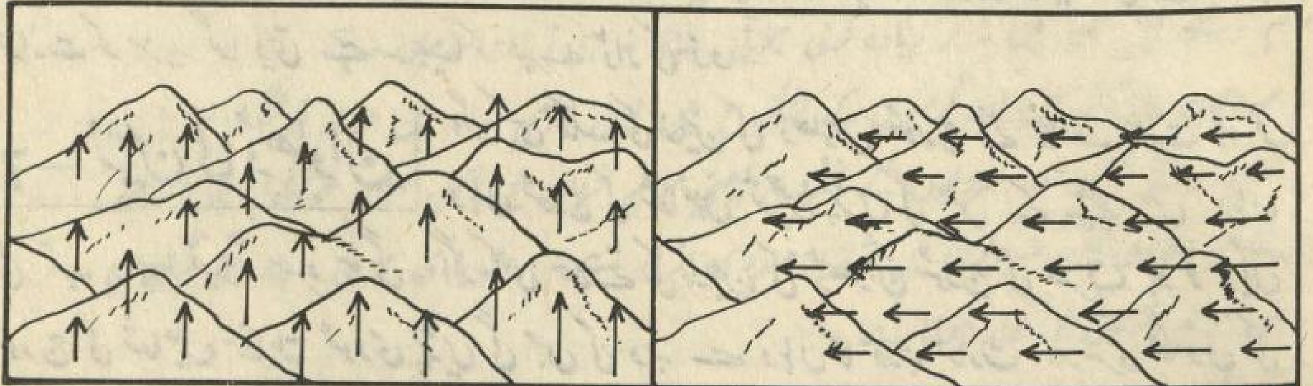
جو علاقے سمندر کے قریب ہوتے ہیں وہاں کی ہوا میں پانی کی مقدار بہُت زیادہ ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہاں کی آب و ہوا معتدل ہوتی ہے۔ یہی ہوائیں جب سمندر سے دُور فاصلہ طے کرکے آتی ہیں تو خشک اور گرم ہو جاتی ہیں اور سارے علاقے کو گرم کر دیتی ہیں۔ پاکستان کا خوبصورت شہر کراچی بھارت کا شہر بمبئی اور بنگلہ دیش کا شہر چٹاگانگ سمندر کے کنارے واقع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں گرمیوں میں بھی گرمی اِتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ برداشت نہ کی جا سکے۔

3- سطح سمندر سے بلندی

جُوں جُوں ہم بلندی کی طرف چلتے جائیں گے۔ گرمی میں کمی واقع ہوتی جائے گی حتیٰ کہ بلند پہاڑوں پر تو سارا سال برف جمی رہتی ہے۔ مری اور ایوبیہ جیسے بلند اور صحت افزا مقامات پر بارش بھی اِس لیے زیادہ پڑتی ہے کہ سمندر کی طرف سے جو ہوائیں یہاں پُہنچتی ہیں اُوپر چڑھتے ہُوئے ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اور بارش برساتی ہیں۔

4- ہواؤں کا رُخ

کسی علاقے کی آب و ہوا کا اِنحصار وہاں کی ہوا پر بھی ہوتا ہے مثلاً اگر ہوا سمندر کی جانب سے آرہی ہو تو اس میں پانی کے بُخارات زیادہ ہوں گے۔ اس لیے یہ ہوائیں بارش برسائیں گی۔ خشکی کی طرف سے آنے والی ہواؤں میں پانی کی مقدار کم ہوتی ہے اس لیے وہ بارش نہیں برساتیں۔ پاکستان میں جو



(موافق سمت سے آنے والی ہوائیں بارش نہیں برساتیں) (مخالف سمت سے آنے والی ہوائیں بارش برساتی ہیں)

ہوائیں موسم گرما میں بحیرہ عرب کی جانب سے آتی ہیں ان میں آبی بخارات زیادہ ہوتے ہیں اور یہ شمالی پہاڑوں سے ٹکرا کر جب اُوپر اُٹھتی ہیں تو خُوب بارش برساتی ہیں۔ سردیوں میں کم بارش ہوتی ہے کیونکہ سردیوں کی مون سون ہوائیں خشکی کی طرف سے آرہی ہوتی ہیں۔

5- پہاڑوں کا رُخ

جن مُلکوں میں پہاڑوں کا رُخ اس طرح ہو کہ وہ سمندر کی جانب سے آنے والی ہواؤں کو روک سکیں تو وہاں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ ہوائیں پہاڑوں تک پُہنچ کر اُن کے ساتھ ساتھ اُوپر اُٹھنا شروع ہو جاتی ہیں اور بارش برساتی ہیں۔ لیکن جن ممالک میں پہاڑوں کا رُخ ہواؤں کے متوازی ہو وہاں ہوائیں پہاڑوں کے درمیان میں ہوکر آگے گزر جاتی ہیں اور بارش نہیں برساتیں۔ مثال کے طور پر اگر سندھ یا جنوبی پنجاب میں کوئی پہاڑی سِلسلہ ہواؤں کے مخالف رُخ واقع ہوتا تو مون سون ہوائیں وہیں رُک جاتیں اور اِن علاقوں ہی میں بارش برساتیں۔ جب مون سون ہوائیں بھارت میں داخل ہوتی ہیں تو ان کے راستے میں اراولی کے پہاڑ آتے ہیں۔ لیکن ان پہاڑوں کا رُخ بھی ہواؤں کے رُخ کے مطابق ہے اِس لیے ہوائیں پہاڑوں کے پہلوؤں سے گزر جاتی ہیں اور بھارت کے وسطی علاقوں میں بارش نہیں ہوتی۔ یہی ہوائیں جب ہمالیہ کے راستے میں حائل ہونے کی وجہ سے اُوپر اُٹھتی ہیں اور عبور کرنے کے لیے بلندی پر پُہنچتی ہیں تو خُوب بارش برساتی ہیں۔ کیونکہ کوہ ہمالیہ ہواؤں کے مخالف سمت میں واقع ہے۔

6- سمندری رویں

اگر کسی مُلک کے پاس سے گرم سمندری رو گزرے تو یہ وہاں کے درجہ حرارت کو کسی قدر بڑھا دیتی ہے۔ مثال کے طور پر برطانوی جزائر کے پاس سے گرم سمندری رَو گزرتی ہے جس کی بدولت وہاں کا درجہ حرارت اسی طول بلد پر واقع دیگر ممالک کی نسبت زیادہ ہے۔ اگر کسی مُلک کے پاس سے سرد رَو گزرے تو یہ اس کے درجہ حرارت کو مزید گرا دیتی ہے۔ جیسا کہ لبرے ڈار کی رَو۔

7- زمین کی ڈھلوان

اگر کسی مُلک کی زمین کی ڈھلوان سُورج کے مخالف سمت ہو تو وہاں سُورج کی شعاعیں ترچھی پڑیں گی جس کے نتیجے میں وہاں کی آب و ہوا نسبتاً سرد ہوگی۔ اگر کسی علاقے کی زمین کی ڈھلوان سُورج کی طرف ہو تو وہاں سُورج کی شعاعیں مقابلتاً عمودی پڑیں گی جس کی وجہ سے وہاں کا درجہ حرارت دوسری جگہوں کی نسبت زیادہ ہو گا۔ ہمالیہ کی جنوبی ڈھلانوں کا درجہ حرارت شمالی ڈھلانوں کی نسبت زیادہ ہونے کا

ایک اہم سبب یہی ڈھلان ہے ۔

8 - زمین کی خاصیت ریتلی زمین دوسری قسم کی زمین کی نسبت جلد گرم اور جلد سرد ہو جاتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ریتلے علاقوں کے دن اور رات کے درجہ حرارت میں نمایاں فرق ہوتا ہے ۔ راجستھان (بھارت) اور پاکستان میں سندھ کے بعض علاقے دن کے وقت خاصے گرم ہوتے ہیں ۔ مگر رات کے وقت ان کا درجہ حرارت کافی گر جاتا ہے ۔ درجہ حرارت میں یہ فرق بنیادی طور پر زمین کی خاصیت کا نتیجہ ہے ۔

9 - جنگلات کا اثر جنگلات بھی آب و ہوا پر اثر انداز ہوتے ہیں ۔ درخت ہوا میں ٹھنڈک پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں ۔ بخارات سے لبریز ہوائیں جب ان کے قریب سے گزرتی ہیں تو ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اور بارش برسانے کا سبب بنتی ہیں ۔

انسانی سرگرمیاں گنجان آبادی ، صنعتوں کا قیام ، ذرائع آمد و رفت اور تابکاری کے اثرات فضا کو آلودہ کرتے رہتے ہیں ۔ فضا کو خوشگوار بنانے کے لیے مزید درخت نہروں ، سڑکوں اور ریلوے لائنوں کے کنارے لگائے جا سکتے ہیں ۔

جنوبی ایشیا کی آب و ہوا

جنوبی ایشیا کے جنوب میں سطح مُرتفع کا علاقہ بنگلہ دیش کا کم و بیش نصف حصّہ منطقہ حارہ میں واقع ہے ۔ باقی علاقے گرم منطقہ معتدلہ میں واقع ہیں ۔ جنوبی ایشیا کی آب و ہوا زیادہ تر گرم ہی ہے البتہ بعض شمالی اور شمال مغربی میدانی حصّوں میں سمندر سے بہُت دُور ہونے کے باعث شدید قسم کی آب و ہوا پائی جاتی ہے ۔ جنوبی ایشیا میں گرمیوں کا مؤسم سردیوں کے موسم کی نسبت لمبا ہوتا ہے ۔ دو موسم ایسے ہیں جن میں نہ تو زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ ہی زیادہ سردی ۔

سردیوں کے آخر میں اور گرمیوں کے شرُوع میں یعنی موسمِ بہار میں موسم خوشگوار ہوتا ہے ۔
گرمیوں کے آخر اور سردیوں کے شرُوع یعنی موسمِ خزاں میں بھی موسم خُوشگوار ہوتا ہے ۔
پہاڑی علاقوں میں سردیوں میں شدید سردی پڑتی ہے ۔ برف باری ہوتی ہے مگر گرمیوں میں موسم انتہائی خوشگوار ہوتا ہے ۔

درجہ حرارت جنوبی ایشیا میں مئی ، جوُن ، جولائی اور اگست شدید گرمی کے مہینے

ہیں ۔ بعض اوقات دن کو درجہ حرارت 44 سینٹی گریڈ سے بھی بڑھ جاتا ہے ۔ سب سے زیادہ درجہ حرارت پاکستان کے میدانی علاقوں میں ہوتا ہے ۔ کئی مقامات مثلاً میانوالی، سبی اور جیکب آباد میں دن کے وقت درجہ حرارت 50 سینٹی گریڈ تک پُہنچ جاتا ہے ۔ ان مقامات کو ہم نہ صرف جنوبی ایشیا بلکہ دُنیا کے گرم ترین علاقوں میں شمار کرتے ہیں ۔ موسمِ سرما میں سُورج کی شعاعیں جنوبی ایشیا پر ترچھی پڑتی ہیں کیونکہ ترچھی شعاعوں کو زمین تک پُہنچنے میں زیادہ فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے ۔ اِس لیے راستے میں بہُت سی حرارت ضائع ہونے کی وجہ سے درجہ حرارت گرنے لگتا ہے ۔ شمالی میدانوں میں درجہ حرارت کافی کم ہو جاتا ہے تاہم مطلع صاف رہنے کی وجہ سے سردی قابلِ برداشت ہوتی ہے ۔ اگر ہم مزید شمال میں پہاڑی علاقے کی طرف جائیں تو بلندی کی وجہ سے سردی ناقابل برداشت ہوتی جاتی ہے ۔ درجہ حرارت صفر درجے سے بھی گر جاتا ہے ۔ پاکستان کے شمالی اور مغربی علاقے بھی شدید سردی کی لپیٹ میں آجاتے ہیں ۔

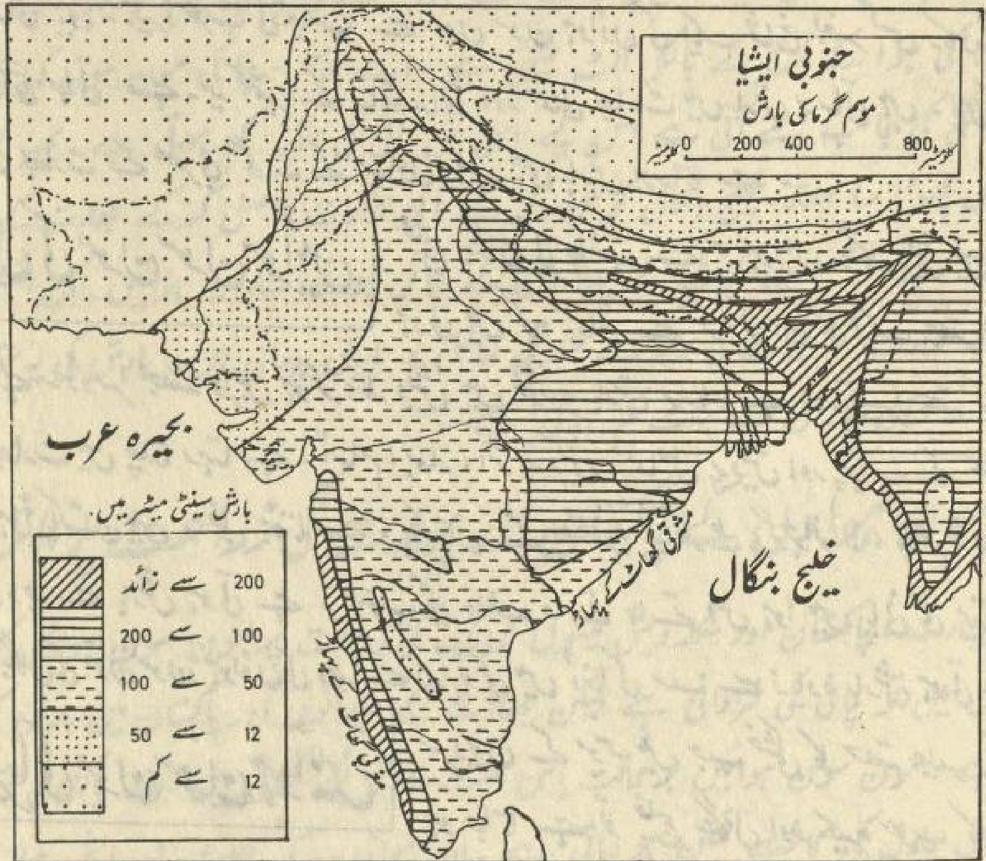
جنوبی ایشیا کے جنوبی علاقے چونکہ خطِ استوا سے قریب ہیں اس لیے وہاں درجہ حرارت میں بہُت زیادہ کمی واقع نہیں ہوتی ۔

جنوبی ایشیا آب و ہوا کے اعتبار سے مون سون ہواؤں کے خطّہ میں واقع ہے ۔ مون سون ہوائیں موسمی ہوائیں ہیں ۔ لفظ مون سون عربی زبان کے لفظ موسم سے نکلا ہے ۔ چونکہ خشکی، سمندر کی نسبت جلد گرم اور جلد سرد ہو جاتی ہے ۔ اس لیے موسم گرما میں جب جنوبی ایشیا پر سُورج کی تیز کرنیں پڑتی ہیں تو درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے اس کے اُوپر والی ہوا گرم ہو کر ہلکی ہو جاتی ہے اور اُوپر اُٹھنے لگتی ہے ۔ اس وقت اس ہوا کی جگہ لینے کے لیے سمندر کی جانب سے نمی سے لبریز ہوائیں خشکی کی جانب چلنے لگتی ہیں ۔

اس کے برعکس جب موسمِ سرما میں خشکی پر درجہ حرارت کم ہوتا ہے تو خشکی جلد ٹھنڈی ہو جاتی ہے ۔ سمندر کے اُوپر والی ہوا گرم ہو کر اُوپر اُٹھتی ہے تو اس کی جگہ لینے کے لیے خُشکی کی جانب سے ہوا سمندر کی جانب چلنا شروع کر دیتی ہے ۔ ان دونوں ہواؤں کو ”مونِ سون ہوائیں“ کہتے ہیں ۔

1 ـ موسمِ گرما کی مُون سون ہوائیں

یہ ہوائیں عموماً جون کے آخر تک چلنا شروع ہو جاتی ہیں اور سارے جنوبی ایشیا کی آب و ہوا پر بھرپور اثر ڈالتی ہیں ۔ ان دنوں خشکی پر شدید گرمی پڑنے کی وجہ سے ہوا گرم ہو کر اُوپر اُٹھتی ہے



اور یہاں کم دباؤ کا علاقہ پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے سمندر کی جانب سے ہوائیں خشکی کی طرف چلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے انھیں موسمِ گرما کی مُون سون کہا جاتا ہے۔ اگست کے اواخر تک یہ ہوائیں ایک ہی جانب چلتی رہتی ہیں۔ جنوبی ایشیا میں ہونے والی زیادہ تر بارش انھیں ہواؤں کے باعث برستی ہے۔ اس لیے کہ یہاں پر خشکی کی نسبت درجہ حرارت کم ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں ہوا کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے اور ہوا ہمیشہ زیادہ دباؤ والے علاقے سے کم دباؤ والے علاقے کی طرف چلتی ہے۔

موسمِ گرما کی مون سون ہوائیں دو راستوں سے جنوبی ایشیا میں داخل ہوتی ہیں۔ ایک بحیرہ عرب کے راستے اور دوسرے خلیج بنگال کے راستے۔

لف) بحیرۂ عرب کی مون سون ہوائیں

مون سون ہوائیں پاکستان میں جنوب مغربی بھارت کی جانب سے داخل ہوتی ہیں۔ جو ہوائیں پاکستان میں داخل ہوتی ہیں وہ میدانوں کے اُوپر سے ہوتی ہوئی پاکستان کے شمال میں پُہنچ جاتی ہیں۔ کوہ ہمالیہ ن کے راستے میں رکاوٹ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ ہوائیں پلٹ کر شمالی علاقوں کے علاوہ کچھ میدانوں

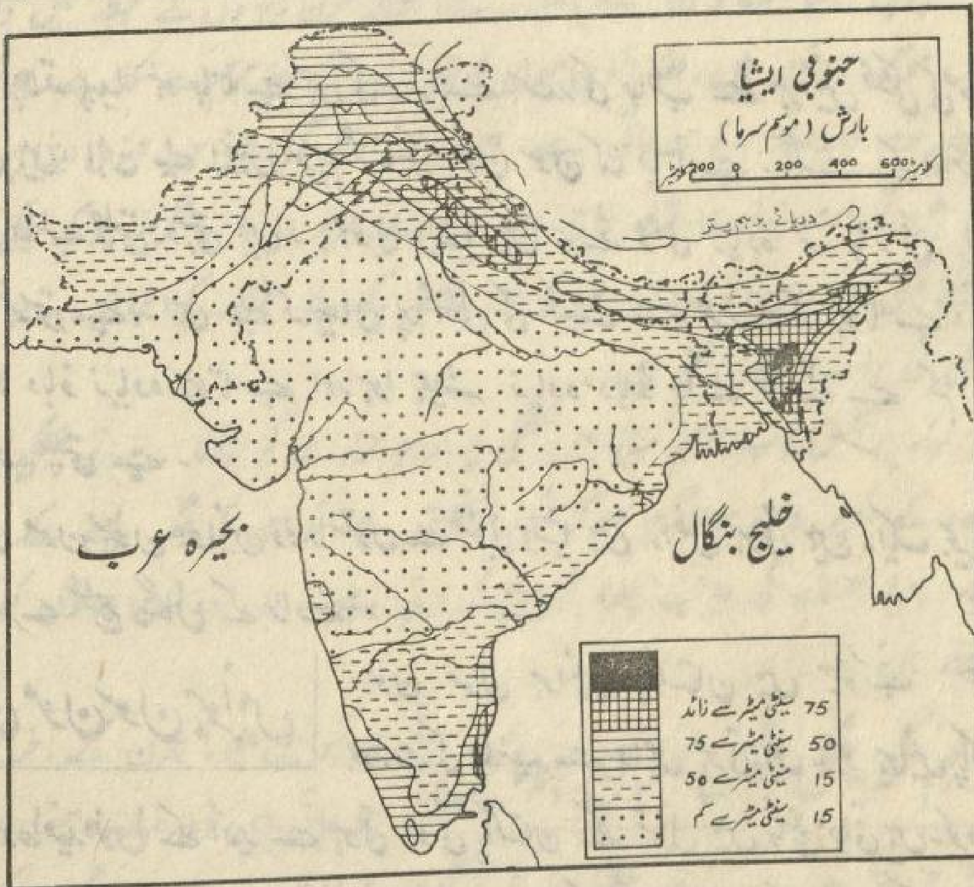
میں بھی بارش برساتی ہیں ۔ بحیرۂ عرب کی جانب سے مون سون ہواؤں کی ایک شاخ بغیر کسی رکاوٹ کے کوہ ہمالیہ تک پُہنچ جاتی ہے ۔ یہ کشمیر کے ساتھ ساتھ اور شمالی بھارت میں بارش برساتی ہیں ۔ اِس شاخ کا کُچھ حِصّہ جنوبی بھارت کے مغربی گھاٹ کے میدانوں میں بھی بارش برساتا ہے ۔

(ب) خلیج بنگال کی مون سون ہوائیں

خلیج بنگال کی جانب سے جو ہوائیں بنگلہ دیش میں داخل ہوتی ہیں کوہ ہمالیہ سے ٹکرا کر ان کا ایک حِصّہ برما کی جانب نکل جاتا ہے ۔ دُوسرا حِصّہ واپس ہو کر بنگلہ دیش میں خُوب بارش برساتا ہے اور تیسرا حِصّہ کوہ ہمالیہ کے ساتھ ساتھ بھارت میں چلتا رہتا ہے ۔ آسام ، بہار ، اتر پردیش ، ہماچل پردیش اور پنجاب کے علاقوں میں بارش برساتا ہوا پاکستان میں داخل ہوتا ہے ۔ پاکستان کے اِضلاع سیالکوٹ ، گوجرانوالا ، جہلم ، لاہور اور فیصل آباد میں اسی وجہ سے بارش ہوتی ہے ۔ جنوب کی جانب جاتے جاتے اِس ہوا میں پانی کی مقدار کم ہو جاتی ہے ۔ خلیج بنگال کی مون سون ہواؤں کی وجہ سے چراپُونجی میں دُنیا کی سب سے زیادہ بارش ہوتی ہے ۔

2 ـ موسم سرما کی مون سون ہوائیں

سردیوں کے موسم میں جب خشکی کا حصّہ جلد ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو خلیج بنگال اور بحیرہ عرب کا پانی



بدستور گرم رہتا ہے اس لیے خُشکی کی جانب سے ہوا سمندر کی جانب چلنا شرُوع کر دیتی ہے۔ یہ ہوا موسم گرما کی ہوا کے رُخ کے بالکل اُلٹ چلتی ہے۔ اِسے موسم سرما کی مون سون کہا جاتا ہے چونکہ یہ ہوا خشکی کی جانب سے آتی ہے اس لیے اس میں پانی کی مقدار کم ہوتی ہے۔ پھر بھی اس کا ایک بُہت ہی چھوٹا سا حِصّہ خلیج بنگال کو عبور کر کے آبی بخارات حاصل کر کے بھارت کے مشرقی حِصّہ میں پُہنچتا ہے تو مشرقی گھاٹ کے پہاڑوں کے حائل ہونے سے یہ ہوائیں اُوپر اٹھتی ہیں، جس سے درجہ حرارت کم ہونے کی وجہ سے مشرقی ساحل پر بارش برساتی ہیں۔ بارش کی یہ مقدار موسمِ گرما میں ہونے والی بارش سے بُہت کم ہوتی ہے۔

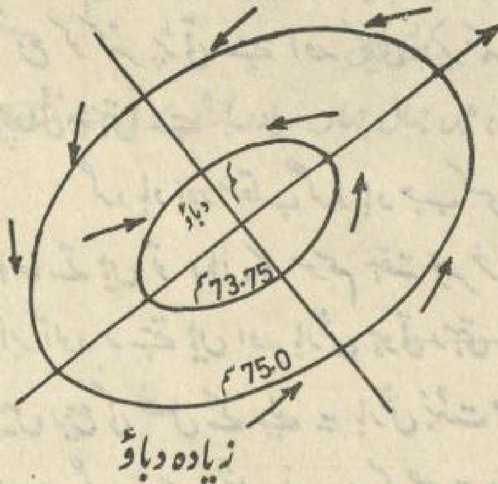
مون سون ہواؤں کے پاکستان اور بھارت کی زراعت پر اثرات

بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش تینوں ممالک کی زراعت پر مون سون ہواؤں کا اثر پڑتا ہے۔ بنگلہ دیش میں تو پانی کی فراوانی ہے لیکن بھارت کے میدانوں اور پاکستان میں بارش کی اشد ضرورت رہتی ہے۔ مون سون ہوائیں بر وقت اِس ضرورت کو پُورا کرتی ہیں اور پاکستان کے بُہت سے علاقوں میں چاول کی کاشت ممکن ہو جاتی ہے۔ ان ہواؤں کے باعث جو بارش ہمارے پہاڑوں پر پڑتی ہے اس سے ندی نالے بھر جاتے ہیں اور دریاؤں میں پانی آجاتا ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان اور بھارت کے گرم علاقوں میں گرمی کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔

گرد باد

گرد کا لفظ گردش سے ماخوذ ہے اور باد کا مطلب ہوا ہے۔ اِس لیے گرد باد کا لفظی مطلب "گردش کرتی ہوئی ہوا" ہے۔ جس طرح بہتے ہُوئے پانی میں بھنور پیدا ہو جاتے ہیں اِسی طرح اگر کُرّہ ہوائی میں دو قسم کی ہواؤں کے درجہ حرارت میں فرق آ جائے تو فضا میں ہوا کے بھنور سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن کو "گرد باد" کہتے ہیں۔ گرد باد کے مرکز میں ہوا کا دباؤ کم ہوتا ہے اِس لیے اِرد گرد سے ہوائیں مرکز کی طرف چلتی ہیں۔ پاکستان میں

گرد باد



موسم سرما میں گرد باد کے باعث جو ہوائیں داخل ہوتی ہیں وہ بحیرہ روم کے علاقے سے آتی ہیں۔ چونکہ یہ مغرب کی جانب سے آتی ہیں اِس لیے ان سے مغربی علاقوں میں بارش ہوتی ہے۔ گرد باد کے ذریعے سب سے زیادہ بارش کوئٹہ میں ہوتی ہے۔ چونکہ کوئٹہ تک مون سون کی ہوائیں نہیں پُہنچتیں اس لیے یہاں بارش کا انحصار اِنہیں گرد باد ہواؤں پر ہے۔ گرد باد کے یہ بھنور بعض اوقات اِتنے بڑے ہوتے ہیں کہ آٹھ سو کلومیٹر تک کے علاقے میں پھیل جاتے ہیں۔ کئی دفعہ ان کی پُہنچ پنجاب تک ہو جاتی ہے۔ اِن کے ٹھہر جانے سے سردی بڑھ جاتی ہے۔ بھارت کے علاقوں میں ان گرد بادوں سے بہُت کم بارش ہوتی ہے۔

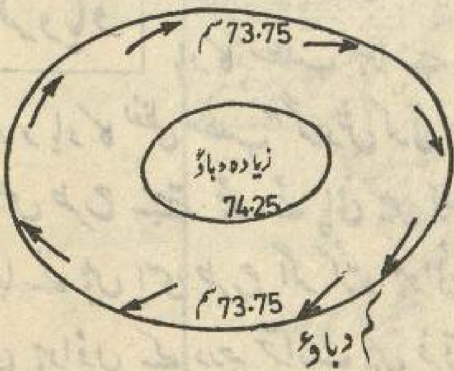
گرد باد کے دَوران موسم

گرد باد کے پُہنچنے پر خُوب گرج چمک ہوتی ہے۔ بادل چھا جاتے ہیں اور تیز بارش ہوتی ہے۔ جب گرد باد کا مرکز جس کے گرد ہوائیں گھُوم رہی ہوتی ہیں کسی مقام پر پُہنچ جائے تو بارش رُک جاتی ہے اور ہوا بھی بند ہو جاتی ہے۔ لیکن جب گرد باد کا آخری حِصّہ آ جائے تو بارش دوبارہ شروع ہو جاتی ہے لیکن پہلے کی نسبت کم ہوتی ہے نیز سمت بھی بدل جاتی ہے۔

منقلب گرد باد

منقلب گرد باد، گرد باد کا اُلٹ ہوتے ہیں۔

اِس میں ہوائیں مرکز کے گرد گھُومنے کی بجائے مرکز سے باہر کی جانب نکلنا شرُوع کر دیتی ہیں۔ منقلب گرد باد جب کِسی علاقے میں پُہنچتے تو موسم پُر سکون ہو جاتا ہے۔ بارش نہیں ہوتی۔ صُبح کو کہُر پڑتی ہے اور کافی دیر تک دُھند چھائی رہتی ہے۔



گرد باد اور منقلب گرد باد جب کسی علاقے میں آ جاتے ہیں تو وہاں کا موسم ہفتہ بھر خراب رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دسمبر اور جنوری کے مہینے اَبر آلود رہتے ہیں اور بارش ہوتی رہتی ہے۔ یہ سب کچھ گرد باد ہواؤں کے سبب ہوتا ہے۔ پاکستان میں ربیع کی فصل کے لیے یہ بارش بہُت مفید ہوتی ہے۔ دسمبر تک گندم کی کاشت مکمل ہو جاتی ہے، اور یہ گرد بادی بارشیں پَودے کو صحت مند رکھتی ہیں۔ نمی کو بھی پُورا کرتی ہیں۔ بعد میں پڑنے والی

دُھوپ سے پودا خُوب نکھرتا ہے۔ یہ بارشیں انسانی صحت پر بھی اچھا اثر ڈالتی ہیں۔

درجہ حرارت ہوا کے دباؤ اور بارش کی مقدار ناپنے کے لیے مُختلف آلات استعمال کیے جاتے ہیں۔ اُنھی کی مدد سے آنے والے موسم کے متعلق پیشین گوئی بھی کی جاسکتی ہے۔ وہ آلہ جس سے کسی جگہ کا درجہ حرارت معلوم کرتے ہیں۔ تھرمامیٹر (تپش پیما یا مقیاس الحرارت) کہلاتا ہے۔ اِسی طرح ہوا کا دباؤ ماپنے والا آلہ بیرومیٹر اور بارش کی مقدار ناپنے والا آلہ 'مُقیاس المطر' کہلاتا ہے۔

مشق

1۔ موسم اور آب و ہوا میں فرق بتائیے۔

2۔ جنوبی ایشیا کی آب و ہوا کیسی ہے؟ نوٹ لکھیں۔

3۔ آب و ہوا پر کون کون سے عناصر اثر انداز ہوتے ہیں؟

4۔ کیا یہ درست ہے کہ مون سون ہوائیں پاکستان کے لیے نعمت ہیں۔ ثبوت دیجیے۔

5۔ جنوبی ایشیا کے درجہ حرارت کے بارے میں نوٹ لکھیں۔

6۔ خالی جگہیں پُر کیجیے:

(الف) سمندر کا پانی خشکی کے مقابلے میں . . . . گرم ہوتا ہے۔

(ب) ساحل سمندر کی آب و ہوا . . . . ہوتی ہے۔

(ج) موسم سرما کی مون سون . . . . بارش برساتی ہیں۔

(د) گرد باد کے مرکز میں بادل . . . . جاتے ہیں۔

(ر) مون سون ہوائیں . . . . ٹکرا کر پاکستان میں بارش برساتی ہیں۔

(س) بارش ناپنے والے آلے کو . . . . کہتے ہیں۔

7۔ جنوبی ایشیا کا خاکہ لے کر سردیوں اور گرمیوں دونوں موسموں میں جہاں جہاں زیادہ بارش ہوتی ہے نشاندہی کریں۔

8۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیں:

گرد باد ۔ منقلب گرد باد

باب 4

جنوبی ایشیا کے قدرتی وسائل

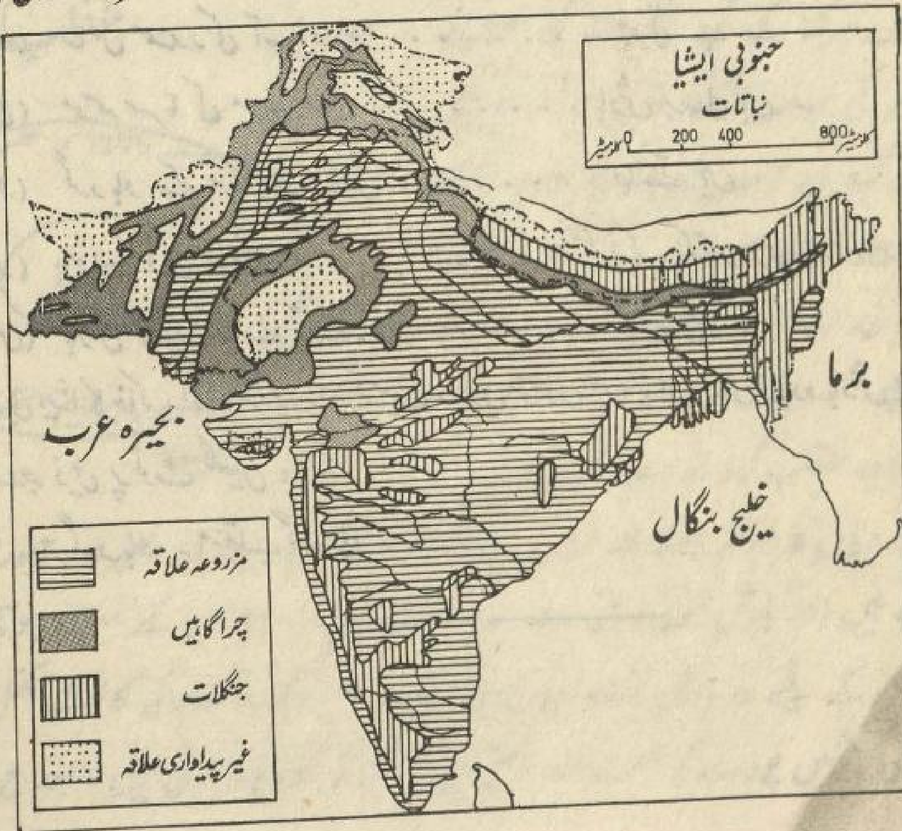
قدرتی وسائل سے مُراد ایسے تمام عناصر ہیں جنھیں انسان اپنے فائدے کے لیے اِستعمال کرتا ہے ۔ قدرت نے اِنسان کو ہَوا، پانی، مٹّی، نباتات اور معدنیات جیسی نعمتوں سے نوازا ہے ۔

انسان اپنی عقل سے اِن نعمتوں کو استعمال میں لاکر فائدہ اُٹھاتا ہے مگر بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے جنگلات کے رقبہ میں کمی آرہی ہے جس کی وجہ سے ایندھن اور عمارتی لکڑی کی ضرورت پُوری نہیں ہورہی ۔ یہی حال معدنیات کا ہے ۔

آئیے دیکھیں کہ جنوبی ایشیا کے ممالک کے وسائل کیا ہیں :

نباتات

کسی بھی علاقے کی خوشحالی میں نباتات کو بُہت دخل ہے ۔ جنگلات نہ صرف لکڑی پیدا کرتے



ہیں بلکہ بُہت سی صنعتیں بھی ان کے باعث قائم ہوتی ہیں۔ پُر فضا مقامات بھی جنگلات کی وجہ سے وجُود میں آتے ہیں۔ اِس طرح آب و ہَوا پر بھی جنگلات کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ نباتات کے پیدا ہونے کا انحصار کسی بھی ملک کے درجہ حرارت، بارش کی مقدار اور وہاں کی مٹّی کی خصوصیات پر ہوتا ہے۔ بارش زیادہ ہو تو جنگلات گھنے اُگتے ہیں۔ بارش کم ہو تو صرف کانٹے دار جھاڑیاں اُگتی ہیں۔ دُنیا کے کئی علاقوں میں مٹّی کی خرابی کی وجہ سے جنگلات کم ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ کسی ملک کی خوشحالی کے لیے وہاں کے کُل رقبے کا کم از کم ایک چوتھائی حصّہ پر جنگلات ہونے چاہییں۔ اِس لحاظ سے پاکستان ابھی بُہت پیچھے ہے کیونکہ یہاں کُل رقبے کے صرف 4.6 فیصد حصّے پر جنگلات موجُود ہیں۔ بھارت میں پاکستان کی نسبت زیادہ جنگلات پائے جاتے ہیں۔ تاہم بنگلہ دیش کے قریبًا 14 فیصد رقبے پر جنگلات لگے ہُوئے ہیں۔ نیپال میں 32 فیصد رقبہ پر جنگلات پائے جاتے ہیں، بھوٹان میں 70 فیصد اور سری لنکا میں 44 فیصد رقبہ پر جنگلات موجود ہیں۔

جنگلات کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں :۔

(1) شمالی اور مغربی پہاڑوں کے جنگلات

یہ عمومًا نرم لکڑی کے جنگلات ہیں اور یہ ایک ہزار سے چار ہزار میٹر کی بلندی تک پائے جاتے ہیں۔ بھارت کے صُوبے آسام، اتر پردیش اور پنجاب کے شمالی علاقوں کی پہاڑیوں پر اور مغربی گھاٹ پر یہ درخت اُگتے ہیں۔ پاکستان میں دِیر، چترال اور آزاد کشمیر کے پہاڑوں پر یہ جنگلات پائے جاتے ہیں۔ ریاست جموں وکشمیر بھی ان جنگلات کے لیے مشہور ہے۔ اِن جنگلات میں پاپلر، چیڑ، دیودار، صنوبر اور شاہ بلوط کے درخت مشہور ہیں۔ کم بلند پہاڑوں پر کاؤ چنار، بید، اَخروٹ اور زیتون کے درخت پائے جاتے ہیں۔ اِن تمام درختوں سے عمارتی لکڑی کے علاوہ کاغذ اور ماچس کے لیے لکڑی حاصل ہوتی ہے۔

(2) کم بلندی کے جنگلات

یہ جنگلات ایک ہزار میٹر سے کم بلند پہاڑیوں پر پائے جاتے ہیں۔ ان کی لکڑی ذرا سخت ہوتی ہے اور کھیلوں کا سامان اور فرنیچر بنانے کے کام آتی ہے۔ بھارت اور پاکستان میں مغربی پہاڑوں اور بلوچستان میں یہ جنگلات موجود ہیں۔ ان کی بھی تین قسمیں ہیں۔

(ا) پتّے گرانے والے جنگلات :۔ اِن جنگلات میں پیپل، اخروٹ، جامن، شہتوت اور چوڑے پتّوں والے درخت پائے جاتے ہیں۔

(ب) **سدا بہار جنگلات**:۔ یہ جنگلات بنگلہ دیش میں چٹاگانگ کے زیادہ بارش والے علاقوں میں ملتے ہیں۔ گنگا کا ڈیلٹا اور سندربن کے اہم علاقے ایسے ہی جنگلات ہیں۔ ان کے پتے موسم کے ساتھ نہیں گرتے بلکہ سارا سال سبز رہتے ہیں۔ سدا بہار جنگلات میں ساگوان کا درخت سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

(ج) **کانٹے دار جنگلات**:۔ یہ درخت صرف ایندھن کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور کم بارش والے میدانی علاقوں میں ہوتے ہیں۔ پاکستان میں پنجاب اور سندھ کے میدانوں کے علاوہ پوٹھوہار کی سطح مرتفع پر یہ درخت پائے جاتے ہیں۔ بھارت میں پنجاب اور حیدر آباد دکن میں بھی ایسے ہی جنگلات ہیں۔

3۔ ساحلی علاقوں کے جنگلات

پاکستان کا ساحلی علاقہ قریباً خشک ہے۔ البتہ جہاں پانی آجاتا ہے وہاں چھوٹے قد کے جھاڑی نما درخت پائے جاتے ہیں۔ بھارت کے ساحلی علاقوں میں بھی ایسے ہی درخت پائے جاتے ہیں۔ بنگلہ دیش اور بھارت کے ساحلی علاقوں میں ناریل اور پام کے درخت ملتے ہیں۔

مشق

1۔ قدرتی وسائل سے کیا مراد ہے؟

2۔ نباتات کیوں اہم ہیں۔ ان کے فوائد بیان کیجیے۔

3۔ پاکستان کے مشہور جنگلات کون کون سے ہیں؟

4۔ درج ذیل بیانات میں سے صحیح کے سامنے "ص" اور غلط کے سامنے "غ" لکھیں۔

(الف) جنگلات کا آب وہوا پر اثر ہوتا ہے۔

(ب) نرم لکڑی کے جنگلات ایک ہزار میٹر سے بلندی پر ملتے ہیں۔

(ج) بنگلہ دیش کی پہاڑیوں پر سدا بہار جنگلات پائے جاتے ہیں۔

5۔ جنوبی ایشیا کے کس ملک میں سب سے زیادہ جنگلات پائے جاتے ہیں؟

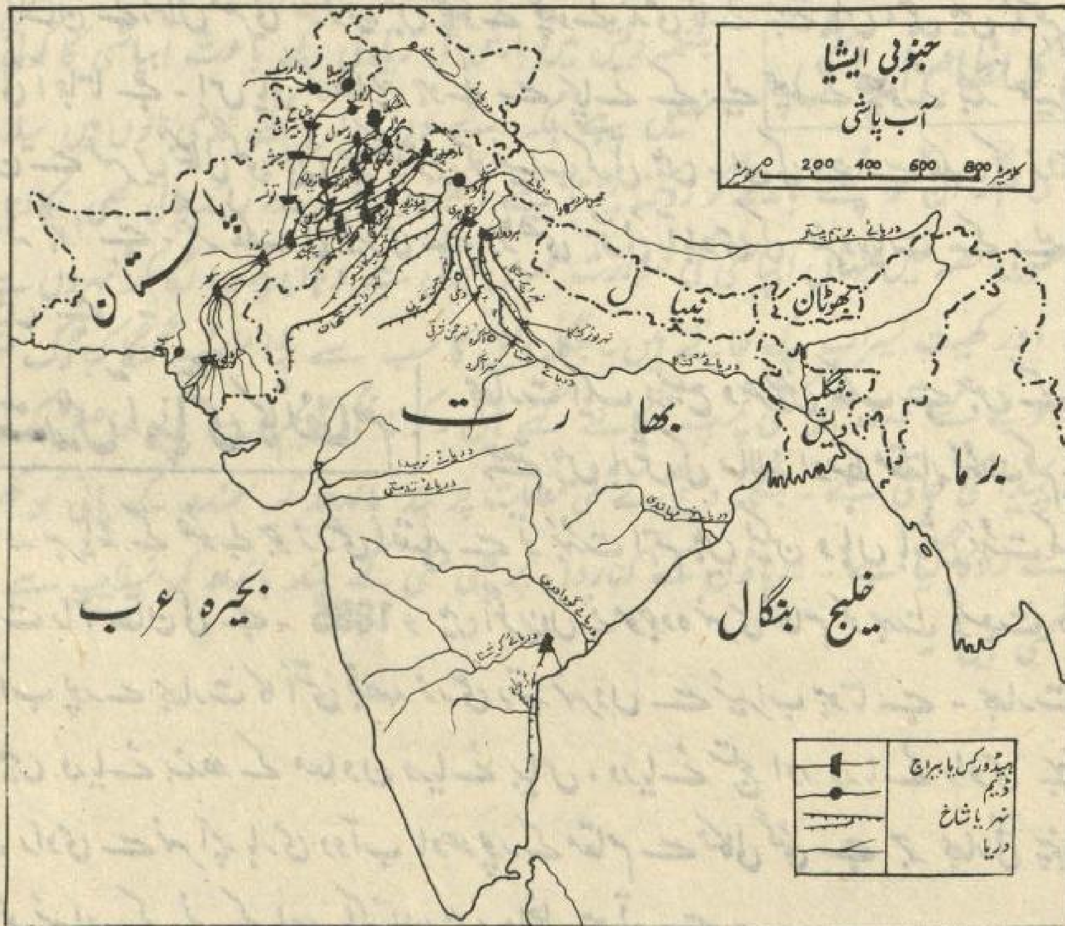
باب 5

ذرائع آبپاشی

جنوبی ایشیا میں مغربی گھاٹ، شمالی پہاڑی علاقے اور شمال مشرقی پہاڑی علاقوں کے علاوہ باقی ہر جگہ بارش کم ہوتی ہے۔ اس لیے جنوبی ایشیا کے زرخیز شمالی میدانوں جو کہ اپنی زرخیزی کی وجہ سے بہُت مشہور ہیں، وہاں پر فصلیں کاشت کرنے کے لیے دریاؤں سے نہریں نکالی گئی ہیں۔

پاکستان کا نظامِ آبپاشی

پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد آبپاشی کے نظام میں بہُت ترقی ہُوئی ہے۔ صُوبہ پنجاب میں پُرانی نہروں کے علاوہ دریائے سِندھ پر کئی جگہوں پر بند باندھ کر بہُت سی مزید نہریں نکالی گئی ہیں جن سے صُوبہ پنجاب اور صُوبہ سِندھ



کا بیشتر علاقہ سیراب ہوتا ہے ۔ پاکستان کا نہری نظام دُنیا کا سب سے بڑا نہری نظام ہے جس سے زراعت میں ترقی ہوئی ہے مگر اس نہری نظام سے زیرِ زمین پانی کی سطح بلند ہو رہی ہے جس سے سیم تھور کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے ۔ ٹیوب ویل لگا کر زمین کا فالتو پانی دوبارہ نہروں میں ڈالا جاتا ہے ۔

سِندھ طاس کا معاہدہ

1947ء میں جب پاکستان بنا تو انگریزوں نے تقسیم کرتے وقت باری دوآب کا علاقہ اور دریائے ستلج سے نکالی جانے والی نہروں کے ہیڈ ورکس بھارت کو دے دِیے جس کی وجہ سے پانی کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ 1960ء میں عالمی بینک نے بھارت اور پاکستان کے درمیان پانی کے مسئلے کا تصفیہ کرایا اور ایک معاہدہ طے پایا جسے "سِندھ طاس کا معاہدہ" کہتے ہیں ۔ اس معاہدے کی رُو سے دریائے بیاس، ستلج اور دریائے راوی کا پانی بھارت اپنی مرضی سے استعمال کرے گا اور دریائے چناب ، دریائے جہلم اور دریائے سِندھ کا پاکستان ۔ اِس طرح صُوبہ پنجاب کے مشرقی حِصّہ میں پانی کی کمی کو پُورا کرنے کے لیے دو بڑے بند منگلا ڈیم اور تربیلا ڈیم تعمیر کیے گئے اور سات رابطہ نہریں بنائی گئیں ۔ یہ تمام کام 1970ء میں مکمّل ہو گیا۔

پاکستان کے شمال مغربی علاقوں میں چھوٹے چھوٹے ندی نالے بہتے ہیں ، جن میں موسم برسات میں بہُت پانی آ جاتا ہے ۔ اِس پانی کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے چھوٹے چھوٹے بند تعمیر کیے گئے ہیں ۔ اِن سے نہریں نکالی گئی ہیں جو کھیتوں کو سیراب کرتی ہیں ۔ ان کی وجہ سے مُلک کی زرعی پیداوار میں اضافہ ہُوا ہے ۔ مگر مُلک کی تیزی سے بڑھتی ہُوئی آبادی کی ضروریات کے لیے یہ اضافہ کافی نہیں ہے ۔

بھارت میں آبپاشی کا نظام

بھارت ایک وسیع و عریض مُلک ہے جس کے بہُت بڑے حِصّے میں بارش کی سالانہ اوسط مقدار بہُت کم ہے ۔ خصوصاً پنجاب اور ہریانہ کے صُوبے جو زرعی اعتبار سے تو بہُت اہم ہیں لیکن وہاں بارش بہُت کم ہوتی ہے۔ یہی حالت راجستھان کی ہے ۔ 1865ء میں انگریزوں نے موجودہ نہری نظام کو بہت وُسعت دینا شرُوع کی اور اب پورے بھارت کا اَسّی فیصد زرعی رقبہ نہروں سے سیراب ہوتا ہے ۔ بھارت کے صُوبہ پنجاب میں دریائے سِندھ کے معاون دریائے بیاس ، دریائے ستلج اور دریائے راوی بہتے ہیں ۔ دریائے راوی سے نہر اَپر باری دوآب مادھوپور کے مقام سے نکالی گئی ہے جو بھارتی پنجاب کے علاقوں کو سیراب کرنے کے بعد پاکستان میں داخل ہوتی ہے ۔

دریائے ستلج پر فیروزپور کے مقام پر بند بنا کر نہریں نکالی گئی ہیں۔ بھارت نے دریائے ستلج پر ایک اور بڑا بند بنا کر کئی نہریں نکالی ہیں جس کی وجہ سے دریائے ستلج جب پاکستان میں داخل ہوتا ہے تو اِس میں پانی کی مقدار بہُت کم رہ جاتی ہے۔

پاکستان کے دریائے سِندھ کی طرح بھارت کا دریائے گنگا اِنتہائی اہم ہے۔ اِس کا ساتھی دریا جمنا بھی پانی کی کثیر مقدار لے کر آتا ہے۔ اِن دریاؤں کی مشہور نہریں، نہر جمن شرقی، نہر جمن غربی، نہر اَپر گنگا، نہر لوئر گنگا اور نہر آگرہ ہیں۔

اِن کے علاوہ شاردا نہر، پٹونی نہر، کاویری سکیم کی نہریں بہُت اہم ہیں اور اِن سے پنجاب، ہریانہ اور راجستھان کے علاقے سَیراب ہوتے ہیں۔

صُوبہ بنگال میں دریائے گنگا پر فرخا بند باندھ کر بنگلہ دیش جانے والے پانی کو روک کر نہریں نکالی گئی ہیں۔

مشرقی گھاٹ سے بہنے والے دریاؤں سے بھی نہریں نکالی گئی ہیں جو مشرقی ساحلی میدان کے علاقے کو سَیراب کرتی ہیں۔

بنگلہ دیش کا نظامِ آبپاشی

بنگلہ دیش میں بارش کی زیادتی کے باعث آبپاشی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ آئے دن یہاں کے نَدی نالوں میں سیلاب آجاتا ہے۔ کئی جگہ ان کو پُشتے باندھ کر روکنا پڑتا ہے۔ کھیتوں میں سے زائد پانی بھی نکالنا پڑتا ہے۔ شمال مغربی حصّہ میں جہاں آبپاشی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے وہاں پمپ لگا کر نہروں سے پانی نکالا جاتا ہے اور کھیت سَیراب کیے جاتے ہیں۔ بنگلہ دیش کا سب سے بڑا منصُوبہ گنگا کباڈک منصُوبہ ہے۔ اِس منصوبے کے تحت بھی کئی پمپ لگائے گئے ہیں۔ کرنا فُلی ڈیم سے پانی حاصل کرنے کے علاوہ بجلی بھی پَیدا کی جاتی ہے۔ بنگلہ دیش کے کئی مقامات پر بند باندھ کر سمندر کے پانی کو کھیتوں تک پہُنچنے سے روکا گیا ہے۔ دریاؤں کے کناروں پر بھی مٹّی کے بند باندھ کر سَیلاب سے بچاؤ کی تدابیر کی گئی ہیں۔

مشق

1۔ جنوبی ایشیا کے شمالی میدانوں میں آبپاشی کی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔

2۔ پاکستان اور بھارت کے نہری نظام پر نوٹ لکھیں۔

3۔ بنگلہ دیش کے نظامِ آبپاشی کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

4۔ سندھ طاس کے معاہدے کی وجہ سے بھارت کو کون کون سے دریا کے پانی کا حق دیا گیا؟

باب 6

اہم زرعی فصلیں

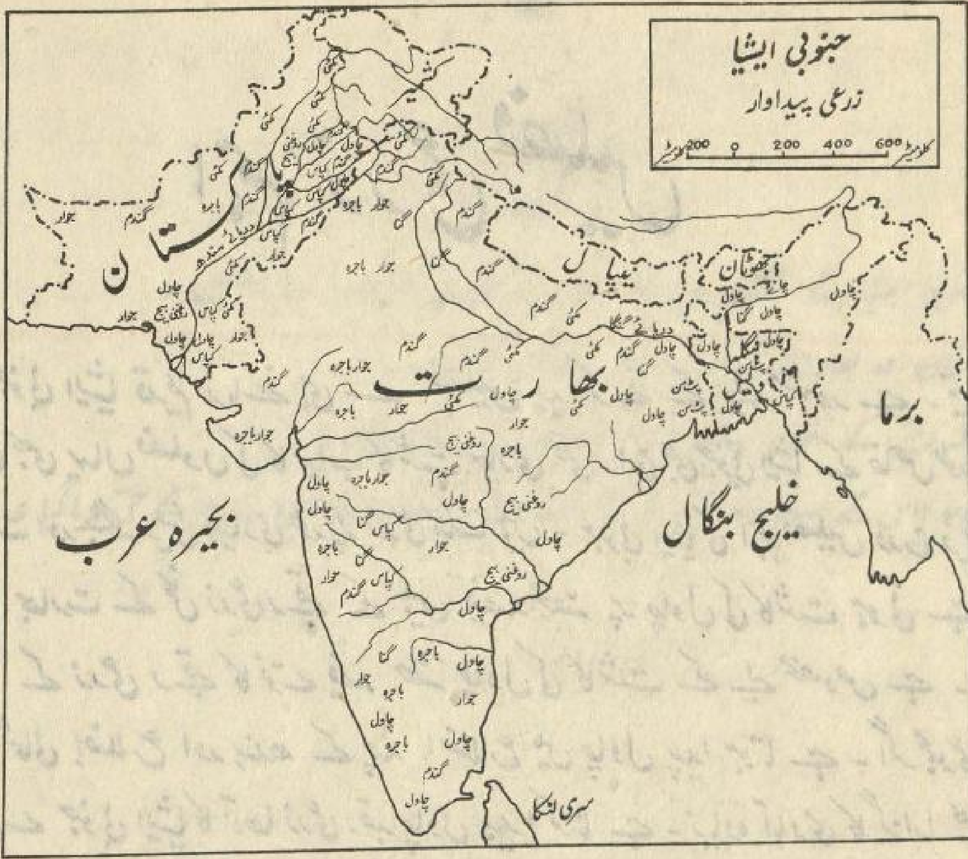
جنوبی ایشیا قدیم زمانے ہی سے فصلیں پیدا کرنے کے لیے مشہور ہے۔ تین ہزار سال قبل مسیح میں بھی یہاں فصلوں کی کامیاب کاشت جاری تھی۔ آج بھی جنوبی ایشیا کے خاص طور پر تین مُلک پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش بنیادی طور پر زرعی مُلک ہیں۔ جنوبی ایشیا کی اہم فصلیں درج ذیل ہیں۔

چاول

بھارت کے کُل زرعی رقبے کے بیس فیصد حصّہ پر چاول کی کاشت ہوتی ہے۔ بنگلہ دیش کے زرعی رقبے کا نوّے فیصد حصّہ چاول کی کاشت کے لیے مخصوص ہے۔ پاکستان میں پنجاب کے شمالی اِضلاع اور سندھ کے چند اضلاع میں چاول پیدا ہوتا ہے۔ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو پُورے جنوبی ایشیا کا آدھا زرعی رقبہ چاول پیدا کرتا ہے۔ زیادہ آبادی کا گزارا بھی چاولوں پر ہی ہوتا ہے۔ بھارت میں شمالی پنجاب کے علاوہ دریاؤں کے ڈیلٹائی علاقوں حتیٰ کہ نیپال کی پہاڑی ڈھلوانوں پر بھی چاول پیدا ہوتا ہے اور بھوٹان کے نچلے علاقوں میں جہاں پانی میسّر ہوتا ہے، چاول کی کاشت کی جاتی ہے۔ پاکستان کے لاہور ڈویژن، گوجرانوالا ڈویژن اور راولپنڈی ڈویژن کے کچھ علاقوں کے علاوہ فیصل آباد اور ساہیوال کے کچھ حصّوں میں عمدہ چاول پیدا ہوتا ہے۔ سندھ میں لاڑکانہ اور سکھر کے علاقے چاول کی پیداوار کے لیے مشہور ہیں۔ پاکستان چاول باہر بھیجنے والا پانچواں بڑا مُلک ہے اور یہاں کا باسمتی چاول دُنیا بھر میں شہرت رکھتا ہے۔

گندم

گندم کی فصل اہمیت کے اعتبار سے پُورے جنوبی ایشیا میں دُوسرے نمبر پر ہے لیکن پاکستان میں اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ پاکستان کی بیشتر آبادی گندم کی روٹی کھاتی ہے۔ اس لیے چاول باہر بھیجنے کے لیے بچ جاتا ہے۔ بھارت کے زرعی رقبے کا کُل سات فیصد حصّہ گندم کی کاشت کے لیے مخصوص ہے۔ بنگلہ دیش، نیپال اور بھوٹان میں بھی گندم کی کاشت کی جاتی ہے۔ شُروع شُروع میں اِسے پانی یا بارش کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جب فصل پک کر تیّار ہو جاتی ہے تو بارش نُقصان دیتی ہے۔ بھارت میں پنجاب، دریائے گنگا کے میدانی علاقے اور راجستھان کا کچھ علاقہ گندم کی کاشت کے لیے مشہور ہیں۔ بنگلہ دیش کے موسمی حالات گندم کی کاشت کے



لیے موزوں نہیں ہے ۔

پاکستان میں پنجاب اور سندھ دونوں صُوبے گندم کی پیداوار کے لیے مشہور ہیں ۔

جوار ، باجرہ ، مکئی

جنوبی ایشیا کے جن علاقوں میں بارش کم ہوتی ہے اور پانی کا بھی خاطرخواہ انتظام نہیں ہے وہاں جوار ، باجرہ وغیرہ بویا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ انھیں فصلوں پر گزارا کرتے ہیں ۔

پاکستان میں جوار اور باجرہ سطح مرتفع پوٹھوہار ، صُوبہ سرحد کی پہاڑیوں اور سطح مُرتفع بلوچستان میں بویا جاتا ہے ۔ مکئی پہاڑی علاقوں میں خوراک کے لیے اور میدانی علاقوں میں زیادہ تر چارے کے طور پر بوئی جاتی ہے ۔

بھارت میں بھی جوار باجرہ اور مکئی خوراک کی کمی کو پورا کرنے کے لیے پہاڑوں کے دامنی علاقوں میں یا خشک سطح مُرتفع پر بوئے جاتے ہیں ۔ ریاست جموں و کشمیر ، اتر پردیش اور جنوبی ہند کے کچھ علاقے ان کی پیداوار کے لیے مشہور ہیں ۔ نیپال اور بھوٹان میں بھی جوار ، باجرہ اور مکئی کی کاشت ہوتی ہے ۔

گنّا

گنا جنوبی ایشیا کی نہایت اہم نقد آور فصل ہے ۔ اس سے چینی بنائی جاتی ہے ۔ دیسی چینی، گُڑ اور شکر بھی بنتا ہے ۔

گنے کی کاشت کے لیے چاول سے کم لیکن گندم سے زیادہ پانی درکار ہے ۔ 1500 ملی میٹر سالانہ اوسط بارش سے زائد والے علاقے اس کی کاشت کے لیے موزوں نہیں ۔ اس کے لیے زمین خاصی زرخیز ہونی چاہیے ۔ گنا فروری مارچ میں کاشت کیا جاتا ہے اور نومبر کے بعد اس کی کٹائی شُروع ہو جاتی ہے ۔ گنے کی کاشت پر بہُت مِحنت کرنا پڑتی ہے ۔ بھارت گنے سے دُنیا میں سب سے زیادہ چینی بناتا ہے ۔ لیکن تمام چینی اپنے ہی ملک میں استعمال ہو جاتی ہے ۔ بنگلہ دیش بھی چینی کی اپنی ضرورت خود ہی پوری کرتا ہے ۔

پاکستان میں صُوبہ سِندھ کے سکھر اور حیدر آباد ڈویژن صُوبہ سرحد میں پشاور اور مردان کے اِضلاع اور ڈیرہ اسماعیل خان ڈویژن کے علاوہ پنجاب کے تمام نہری علاقوں میں گنے کی کاشت ہوتی ہے ۔ فیصل آباد، سرگودھا اور لاہور ڈویژن گنے کی پیداوار کے لیے خاص طور پر مشہور ہیں ۔ اِن تمام علاقوں میں چینی بنانے کے کارخانے لگائے گئے ہیں ۔ نیپال میں بھی گنے کی کاشت کی جاتی ہے ۔

کپاس

کپاس بھی نقد آور فصل ہے ۔ یہ موسمِ گرما میں کاشت کی جاتی ہے اور موسمِ سرما میں اس کی چنائی شروع ہو جاتی ہے ۔ اس کے لیے کم بارش کی ضرورت ہوتی ہے ۔ بھارت میں پنجاب ، مدھیا پردیش اور سطحِ مُرتفع دکن کپاس کے اہم پیداواری علاقے ہیں دریائے گنگا کا مغربی کنارا اور مدراس کے کچھ حصّوں میں بھی کپاس کی کاشت ہوتی ہے ۔

پاکستان میں کپاس کو "چاندی کا ریشہ" کہا جاتا ہے ۔ اس کی برآمد سے کروڑوں رُوپے کمائے جاتے ہیں ۔ اِسی طرح کپاس سے بنا ہُوا سوتی دھاگہ اور کپڑا بھی باہر بھیجا جاتا ہے ۔ پاکستان میں امریکی نسل کی لمبے ریشے والی کپاس کاشت کی جاتی ہے ۔ سندھ میں سکھر ، حیدر آباد اور خیر پور کے علاوہ پنجاب کے جنوبی ڈویژن ملتان ، ڈیرہ غازی خاں ، بہاولپور اور بہاولنگر اِس کی کاشت کے اہم علاقے ہیں ۔ اِن علاقوں میں موسم خشک رہتا ہے ۔ جو کپاس کے لیے مفید ہے ۔

پٹ سن

بنگلہ دیش اور بھارتی بنگال کی اہم فصل پٹ سن ہے ۔ دریاؤں کی لائی ہوئی نمدار مٹی والی زمین اور زیادہ پانی والے علاقے اس کی کاشت کے لیے نہایت موزوں ہیں ۔ اِس کے پودوں کو کاٹ کر پانی میں ڈبو دیا جاتا ہے اور بعد میں اس کی ٹہنیوں پر سے ریشہ الگ کر لیا جاتا ہے ۔ اِس ریشے کو رسیوں کی صورت میں بٹ لیا جاتا ہے جس سے بعد ازاں بوریا

اور ٹاٹ وغیرہ بنتے ہیں۔ بنگلہ دیش دُنیا بھر میں سب سے زیادہ پٹ سن پیدا کرتا ہے۔ وہاں اِسے "سنہری ریشہ" کہا جاتا ہے۔ پٹ سن اور اس سے بنی ہُوئی بہُت سی اشیا بنگلہ دیش سے باہر بھیجی جاتی ہیں۔ بھارتی بنگال کے علاقے میں بھی پٹ سن پیدا ہوتا ہے۔ بھارت دُنیا میں پٹ سَن پیدا کرنے والا دُوسرا بڑا ملک ہے۔ پاکستان میں پٹ سَن کی پیداوار ابھی بہُت کم ہے۔ فیصل آباد اور مظفر گڑھ کے علاقوں میں اِبتدائی طور پر اس کی کاشت شرُوع کی گئی ہے۔ نیپال اور بھوٹان میں بھی پٹ سَن کاشت کی جاتی ہے۔

چائے

چائے کو ڈھلوان زمین اور زیادہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے۔ بنگلہ دیش کی پہاڑی ڈھلوانوں پر چائے کے باغات ہیں۔ بنگلہ دیش بھاری مقدار میں چائے باہر بھیجتا ہے۔ بھارت میں بھی اعلیٰ قسم کی چائے پیدا ہوتی ہے۔ صُوبہ آسام چائے کی پیداوار کے لیے مشہور ہے۔ یہاں کی دارجلنگ کی چائے خوشبو کے لیے دُنیا بھر میں مشہور ہے۔ پاکستان میں چائے کی کاشت آزاد کشمیر میں شرُوع کی گئی ہے۔ سری لنکا میں اعلیٰ قسم کی چائے کاشت کی جاتی ہے۔

تمباکو

تمباکو بھی جنوبی ایشیا کی ایک اہم فصل ہے۔ بھارت میں حیدر آباد، مدراس، مدھیا پردیش اور ہریانہ تمباکو پیدا کرنے والے اہم علاقے ہیں۔ پاکستان میں صوبہ سرحد دُنیا میں بہترین قسم کا تمباکو پیدا کرتا ہے جس سے سگریٹ بنا کر باہر بھیجے جاتے ہیں۔ نیپال اور بھوٹان میں بھی تمباکو کی کاشت کی جاتی ہے۔

دالیں

جنوبی ایشیا میں چنا، ماش، مونگ اور مسُور جیسی اہم دالیں پیدا کی جاتی ہیں۔ چنا پاکستان کے علاقہ پوٹھوہار اور سرگودھا ڈویژن کی اہم پیداوار ہے۔ دُوسری دالیں لاہور، گوجرانوالا فیصل آباد اور ملتان ڈویژن کے علاوہ سندھ میں سکھر اور لاڑکانہ میں پیدا ہوتی ہیں۔

بھارت میں مدراس، بہار، راجستھان اور ہریانہ دالیں پیدا کرنے والے صوبے ہیں۔

دالوں کے علاوہ ایک اور نہایت اہم فصل روغنی بیج ہیں۔ اِن میں مونگ پھلی، سویا بین، سُورج مکھی اور سرسوں اہم ہیں۔ اِن تمام بیجوں سے تیل نکال کر بناسپتی گھی تیّار کیا جاتا ہے۔ بھارت میں ہریانہ اور راجستھان کا علاقہ اور پاکستان کے قریباً تمام زرعی علاقوں میں روغنی بیج کاشت کیے جاتے ہیں۔

مشق

1 — جنوبی ایشیا کی ترقی کی وجہ زراعت کیوں ہے ؟

2 — گندم کن موسمی حالات میں پیدا ہوتی ہے ۔ پاکستان میں گندم پیدا کرنے والے کون کون سے علاقے ہیں ؟

3 — بنگلہ دیش میں چاول کی پیداوار پر نوٹ لکھیے ۔

4 — گنّے کی کیا اہمیت ہے اور یہ پاکستان کے کن کن علاقوں میں بویا جاتا ہے ؟

5 — پاکستان میں "چاندی کے ریشے والی" فصل کون سی ہے ؟ اس پر نوٹ لکھیے ۔

6 — بنگلہ دیش کی سب سے اہم فصل کون سی ہے ؟

7 — مندرجہ ذیل جملوں میں خالی جگہیں پُر کیجیے :

(الف) پٹ سن کو . . . . کہا جاتا ہے ۔

(ب) پاکستان خوراک کے معاملے میں . . . . ہے ۔

(ج) جوار اور باجرہ پاکستان کے . . . . علاقوں میں ہوتا ہے ۔

(د) مکئی خوراک کے علاوہ . . . . کے کام بھی آتی ہے ۔

(ہ) جنوبی ایشیا میں سب سے زیادہ . . . کی فصل پیدا ہوتی ہے ۔

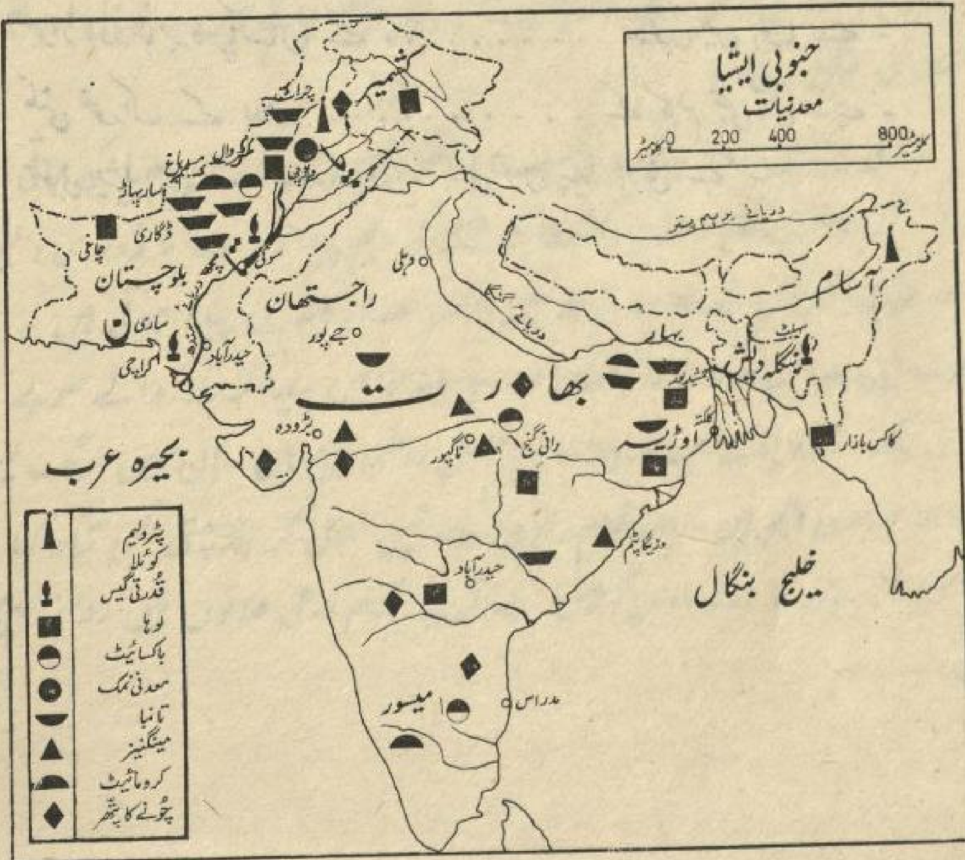
باب 7

معدنیات

جنوبی ایشیا معدنی پیداوار کے لحاظ سے اہم حیثیت کا مالک نہیں ہے ۔ وہ معدنیات جن پر کسی بھی مُلک کی ترقی کا اِنحصار ہو سکتا ہے، جنوبی ایشیا میں بہُت ہی کم مِقدار میں مِلتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ جنوبی ایشیا کے کسی مُلک میں بھی کان کنی لوگوں کا اہم پیشہ نہیں ہے ۔

1- کوئلہ

حرارت پَیدا کرنے میں اِس کی بہُت زیادہ اہمیّت ہے ۔ بھارت میں کوئلے کی کانیں بڑی تعداد میں ہیں ۔ صوبہ بہار اور بنگال سے اعلیٰ قسم کا کوئلہ نکالا جاتا ہے ۔ شمال مشرقی علاقے بھی کوئلے کی پیداوار کے لیے مشہور ہیں ۔ یہاں چھوٹا ناگپور سطح مرتفع بھارت کا نوّے فیصد کوئلہ پیدا کرتا ہے ۔ جھرنا اور رانی گنج کی کانیں اس علاقے کی مشہور کانیں ہیں ۔ بھارت دُنیا میں کوئلہ پیدا کرنے والا ساتواں بڑا مُلک ہے



کوئلہ لوہے کو پگھلانے کے علاوہ ریل کے انجن چلانے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ پاکستان میں کوئلہ کم مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کا کوئلہ اِتنا عمدہ بھی نہیں ہوتا ہے۔ یہ کم حرارت دیتا ہے۔ کوہستان نمک میں ڈنڈوت، مکھڈ اور پڈھ کی کانیں میانوالی میں مکڑوال، سندھ میں لاکڑا، بلوچستان میں شاہ رگ، سانڈک، ہرنائی اور مچھ کی کانیں مشہور ہیں۔ بنگلہ دیش میں سلہٹ کے قریب کوئلے کی کانیں ہیں۔ جو بہت کم ہیں۔ نیپال اور بھوٹان میں کوئلہ کی تھوڑی بُہت کانیں ہیں۔

2- لوہا

لوہے کے ذخائر بھی بھارت میں زیادہ ہیں۔ پچھلی صدی سے ہی ان کا اِستعمال جاری ہے۔ تقسیمِ مُلک سے بُہت پہلے 1911ء میں جمشید پور کے قریب لوہا پگھلانے کے پہلے بڑے کارخانے ٹاٹا فیکٹری نے کام شُروع کیا۔ رائے پور کے قریب لوہے کی ایک بُہت بڑی کان ہے۔ کلکتہ کے شمال میں مغربی بنگال اور اڑیسہ میں کوئلہ اور لوہا قریب قریب پائے گئے ہیں۔ لوہا پگھلانے کے لیے کوئلہ کام آتا ہے۔ اِس لیے ساٹھ مِیل کے علاقے میں لوہے کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہیں۔ بھارت دُنیا بھر میں لوہا پیدا کرنے والا پانچواں بڑا مُلک ہے۔

پاکستان میں لوہے کی دریافت کی کوششیں دیر بعد شُروع ہُوئیں۔ لوہے کا پہلا بڑا کارخانہ کراچی کے قریب بن قاسم کے مقام پر 1972ء میں بننا شُروع ہُوا جس نے جنوری 1985ء میں پُوری طرح کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ لوہے کے چھوٹے چھوٹے ذخائر کالا باغ، چترال، لنگرپال، کوہاٹ، چاغی اور ڈیرہ اسماعیل خان میں موجود ہیں جو مُلکی ضروریات کے لیے کافی نہیں۔ بنگلہ دیش کے ضلع کاکس بازار میں لوہے کے چند ذخائر ہیں اور ایک چھوٹا سا کارخانہ چٹاگانگ میں کام کر رہا ہے۔ جموں وکشمیر کے پہاڑوں، نیپال اور بھوٹان میں لوہے کے ذخیرے موجود ہیں۔

3- تیل اور گیس

جنوبی ایشیا میں تیل (پٹرولیم) کم مقدار میں مِلتا ہے۔ اِس کمی کو پُورا کرنے کے لیے تیل باہر سے منگوانا پڑتا ہے جس پر اربوں رُوپے خرچ آتے ہیں۔ تیل کی تلاش میں جنوبی ایشیا کے اکثر ممالک سرگرداں ہیں۔

بھارت اپنی ضرورت کا قریبًا نصف تیل ملک کے اندر سے حاصل کرتا ہے۔ صُوبہ آسام میں لوہار اور کاٹھیاوار کے علاوہ سلہٹ کے سرحدی علاقے میں تیل مِلا ہے۔ بمبئی کے قریب سمندر کی تہ سے بھی بُہت سا تیل مِلا ہے۔

پاکستان اپنی ضرورت کا صرف پچیس فیصد تیل اندرون ملک سے حاصل کرتا ہے۔ تاہم تیل

کی مزید تلاش جاری ہے۔ کھوڑ، ڈھلیاں، توت، میال اور بلکسر سے تیل نکالا جا رہا ہے۔ ڈھوڈک، جویامیر، بدین، ٹنڈو عالم اور ڈیرہ غازی خاں کے قریب نئے کنویں کھودے جا رہے ہیں۔ ان نئے علاقوں میں بھی تیل دستیاب ہُوا ہے۔

بنگلہ دیش میں بھی کم مقدار میں تیل نکالا جا رہا ہے۔ صرف سلہٹ کے قریب تھوڑی سی مقدار میں تیل دریافت ہُوا ہے۔

قدرتی گیس کے ذخائر بھارت اور بنگلہ دیش میں قابلِ ذِکر نہیں ہیں لیکن پاکستان کو خدا نے اس دولت سے مالا مال کیا ہے۔ قدرتی گیس نے ہمارے ملک میں ایندھن کی کمی کو کافی حد تک پُورا کر دیا ہے۔ اب گھروں، فیکٹریوں اور بجلی گھروں میں گیس اِستعمال ہو رہی ہے۔ پاکستان میں قدرتی گیس کا سب سے پہلا، اہم اور بڑا ذخیرہ 1952ء میں بلوچستان میں سُوئی کے مقام پر دریافت ہُوا تھا اور اب ملک کے بیشتر حصّوں میں پائپ لائنوں کی مدد سے حسبِ ضرورت مہیّا کیا جا رہا ہے۔ گیس کے دُوسرے نئے ذخائر ڈھلیاں، بھنبھور، کبیر والا اور پیرکوہ (شورکوٹ) میں دریافت ہوئے ہیں۔

4- نمک

نمک بھی پہاڑوں سے نکالا جاتا ہے۔ دُنیا بھر میں پائے جانے والے نمک کا اَسّی فیصد حصّہ پاکستان میں کھیوڑہ (کوہستان نمک) اور کوہاٹ کے مقام پر پایا جاتا ہے۔ پاکستان بہُت سا نمک بھارت سمیت کئی دُوسرے ممالک کو بھیجتا ہے۔ بھارت اور بنگلہ دیش میں نمک سمندری پانی کو خشک کر کے حاصل کیا جاتا ہے جس پر کافی لاگت آتی ہے۔

5- کرومائیٹ

پاکستان کے صُوبہ بلوچستان کے ضلع مُسلم باغ میں بہت بڑے کرومائیٹ کے ذخائر موجود ہیں۔ اِس دھات کو لوہے کے ساتھ مِلا کر کام میں لایا جاتا ہے۔

6- سونا

سونا نہایت مہنگی اور اہم دھات ہے۔ بھارت سونے کے ذخائر کے اعتبار سے دُنیا میں تیسرے نمبر پر ہے۔ کولار میں سونے کی کانیں موجود ہیں۔ پاکستان میں سونا کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔ جموں و کشمیر میں سونے کی کانیں ہیں۔

7- میگنیز

یہ بھی ایک اہم دھات ہے۔ اِس کی سب سے اعلیٰ قسم بھارت میں پائی جاتی ہے۔ سطح مرتفع چھوٹا ناگ پور اِس کی پیداوار کے لیے بہُت مشہور ہے۔

8 - تانبا تانبے کی اہمیت آج کی دُنیا میں بہُت زیادہ ہے ۔ اس سے بجلی کی تاریں بنائی جاتی ہیں۔ بھارت میں اس کی پیداوار بہُت زیادہ ہے ۔ پاکستان میں بھی صُوبہ بلوچستان میں سانڈک کے مقام پر اس کے وسیع ذخائر دریافت ہُوئے ہیں ۔نیپال اور بھوٹان میں بھی تانبے کے ذخیرے موجود ہیں ۔

9 - سنگِ مَرمَر بھارت کا صُوبہ راجستھان سفید سنگِ مَرمَر کے لیے مشہور تھا لیکن اَب پاکستان کے صُوبہ بلوچستان میں بھی مُختلف رنگوں کا اعلیٰ سنگِ مَرمَر ملا ہے جس کی پُوری دُنیا میں بہُت مانگ ہے ۔ سنگِ مَرمَر کی یہ نئی اقسام ضِلع چاغی اور صُوبہ سرحد میں مَردان اور سوات میں پائی گئی ہیں ۔

10- جپسم جپسم سیمنٹ بنانے کے کام آتا ہے اور پاکستان میں کھیوڑہ ، داؤد خیل اور اٹک کے مقامات پر بھاری مقدار میں دستیاب ہے ۔

ان تمام معدنیات کے علاوہ اَبرک ، چُونے کا پتھر، گندھک ،قلمی شورہ اور برتن بنانے والی سفید مٹّی بھارت کے علاوہ پاکستان میں بھی دستیاب ہے ۔

11- یورنیم یورنیم ایک قیمتی دھات ہے جس کی اہمیت موجودہ دَور میں بہُت بڑھ گئی ہے کیونکہ اسے ایٹمی توانائی میں اِستعمال کیا جاتا ہے ۔ پاکستان میں یہ دھات ڈیرہ غازی خاں ، میانوالی اور ہزارہ کے اِضلاع میں مِلتی ہے ۔

مشق

1 — معدنیات کی پیداوار پر مختصر نوٹ لکھیے اور ثابت کیجیے کہ پاکستان معدنی اعتبار سے ابھی خود کفیل نہیں ہے ۔

2 — بھارت میں لوہے اور کوئلے کے بڑے بڑے ذخائر موجود ہیں ۔ ان کی اہمیت بیان کیجیے ۔

3 — قدرتی گیس پاکستان کے لیے قدرت کا انمول عطیہ ہے ۔ وضاحت کیجیے ۔

4 — درج ذیل جُملوں میں خالی جگہیں پُر کیجیے :

(الف) دُنیا میں سب سے زیادہ نمک .... میں پایا جاتا ہے ۔

(ب) پاکستان میں قدرتی گیس کا پہلا ذخیرہ .... میں دریافت ہُوا ۔

(ج) سفیدِ سنگِ مرمر بھارت کے صُوبے .... میں پایا جاتا ہے ۔

(د) پاکستان میں لوہے کے پہلے بڑے کارخانے کا افتتاح .... میں ہُوا۔

باب 8

صنعتیں

صنعتی ترقی کی بنیاد

جنوبی ایشیا میں صنعت کی بنیاد زراعت پر ہے ۔ بالخصوص پاکستان میں انھیں صنعتوں نے خوب ترقی کی ہے جو زراعت سے متعلق ہیں ۔ زرعی صنعتوں میں ترقی اور کامیابی کے بعد اب پاکستان دیگر بھاری صنعتوں کی طرف توجہ دے رہا ہے ۔ زرعی صنعتوں میں کپڑے کی صنعت ، پٹ سن کی صنعت ، چینی اور کاغذ کی صنعت وغیرہ اہمیت رکھتی ہیں ۔ دیگر صنعتوں میں لوہے ، کھاد ، سیمنٹ اور کیمیکل کی صنعتیں اہم ہیں ۔

جنوبی ایشیا میں مندرجہ ذیل اہم صنعتیں قائم ہیں :-

1- سوتی کپڑے کی صنعت

یہ جنوبی ایشیا کی سب سے پرانی اور سب سے اہم صنعت ہے۔ بنگلہ دیش کا باریک کپڑا اور دھاگہ دنیا بھر میں مشہور تھا۔

جنوبی ایشیا
صنعتیں (کارخانے)

لوہے کا سامان
سوتی کپڑا
ریشمی کپڑا
اونی کپڑا
پٹ سن کی مصنوعات
سیمنٹ
شکر سازی
کاغذ یا گتہ

پاکستان
بھارت
نیپال
بھوٹان
برما
خلیج بنگال
بحیرہ عرب
سری لنکا

اِسی طرح پنجاب میں دستی کھڈیوں سے بنا ہُوا کھدر بہُت شہرت رکھتا تھا ۔

بھارت میں پہلے پہل کپڑا دستی کھڈیوں سے بُنا جاتا تھا لیکن اب وہاں بجلی کی مدد سے چلنے والی کھڈیاں اِتنی زیادہ تعداد میں لگ چُکی ہیں کہ بھارت امریکہ کے بعد سُوتی کپڑا بنانے والا دُوسرا بڑا مُلک ہے ۔ مدراس ، احمد آباد ، بمبئی ، کانپور ، ناگپور وغیرہ سُوتی کپڑا تیّار کرنے والے اہم مراکز ہیں۔ ہوزری کے سامان کے لیے لدھیانہ مشہور ہے ۔ سارے بھارت میں کپاس پیدا کرنے والے علاقوں میں کارخانے قائم ہو چکے ہیں ۔

پاکستان میں امریکن کپاس بوئی جاتی ہے ۔ یہاں مزدُوری بھی سَستی ہے اور موسمی حالات بھی کپڑا بُننے کے لیے سازگار ہیں اِس لیے یہاں بھی کپڑے کے بہُت سے کارخانے لگ چُکے ہیں ۔ کراچی (لانڈھی)، فیصل آباد ، ملتان ، اوکاڑہ ، شیخوپورہ ، حیدرآباد اور کوٹری وغیرہ سُوتی کپڑے کی صنعت کے اہم مراکز ہیں ۔ علاوہ ازیں نوشہرہ ، رحیم یار خاں اور سرگودھا میں بھی نئے کارخانے لگائے جا رہے ہیں۔ پاکستان سُوتی کپڑا باہر کے ممالک کو بھی بھیجتا ہے ۔

بنگلہ دیش میں نواکھلی اور میمن سنگھ میں سُوتی کپڑے کے چند کارخانے ہیں جو مُلکی ضروریات پوری نہیں کرتے ۔

2- ریشمی کپڑا

صدیوں پہلے بنگال اور کشمیر میں ریشم کے کیڑے شہتُوت کے درختوں پر پالے جاتے تھے ۔ اصلی ریشم اب خاصا مہنگا پڑتا ہے اِس لیے اس کی جگہ اب مصنوعی ریشم نے لے لی ہے ۔ بھارت میں ریشمی کپڑے کی صنعت کے مراکز بنارس ، احمد آباد ، سورت اور آگرہ میں ہیں ۔

پاکستان میں اعلیٰ قسم کا ریشمی کپڑا تیّار کیا جاتا ہے ۔ کراچی ، حیدرآباد ، فیصل آباد ، گوجرانوالا ، لاہور اور سوات میں ریشمی کپڑے کے کارخانے ہیں ۔

3- اُونی کپڑا

اُونی کپڑے کی صنعت کشمیر میں دستی کھڈیوں سے شرُوع ہُوئی ۔ کشمیر کی گرم چادریں دُنیا بھر میں مشہور ہیں ۔ بھارت میں اُونی کپڑا بُننے کے کارخانے چندی گڑھ ، جالندھر ، امرتسر اور کانپور کے علاوہ بمبئی میں ہیں ۔

پاکستان میں کراچی ، لارنس پور ، بنوں ، ہرنائی ، شیخوپورہ اور جھنگ میں اُونی کپڑا بنتا ہے ۔ شمالی علاقوں کا ہاتھ سے بنا ہوا کپڑا آج بھی دُنیا میں مشہور ہے ۔ علاوہ ازیں پاکستان کے اُونی قالینوں کی دُنیا بھر میں بڑی مانگ ہے ۔

4 - پٹ سن کی صنعت

اِس صنعت میں بنگلہ دیش سرِفہرست ہے ۔ ڈھاکہ ، میمن سنگھ ، چٹاگانگ ، نواکھلی اور سلہٹ میں پٹ سن کے کارخانے ہیں۔ جہاں دُنیا بھر میں سب سے زیادہ بوریا ٹاٹ وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں ۔ اس کے بعد بھارت کا نمبر آتا ہے ۔ ہگلی سے کلکتہ تک بہُت سے کارخانے قائم ہیں ۔ پاکستان میں جڑانوالا ، مظفرگڑھ اور کوٹڑی میں چند کارخانے ہیں ۔ نیپال میں برت نگر اور راجھوبتی میں پٹ سن کے کارخانے ہیں ۔

5- چینی کے کارخانے

بھارت گنے سے چینی پیدا کرنے میں دُنیا بھر میں سرِفہرست ہے ۔ لیکن آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ اسے بیرونی ممالک میں نہیں بھیج سکتا ۔ صُوبہ اتر پردیش اور پنجاب میں شکر سازی کے کئی کارخانے ہیں ۔ پاکستان میں اب اپنی ضرورت سے زیادہ چینی پیدا ہونے لگی ہے ۔ مردان ، بنّوں ، پشاور ، میانوالی ، فیصل آباد ، سرگودھا ، سیالکوٹ ، قصور ، رحیم یار خاں ، بہاولنگر ، اوکاڑہ ، راہوالی ، جھنگ ، حیدر آباد ، بدین اور سکھر میں لگائے گئے ہیں ۔ بنگلہ دیش بھی اب چینی کی پیداوار میں خود کفیل ہوچکا ہے ۔ دیناج پور ، رنگپور ، ڈھاکہ ، بوگرا ، راجشاہی اور کشتیا میں چینی بنانے کے کارخانے قائم ہیں ۔ نیپال میں برگنگ شوگر مل اور مہینڈر شوگر مل ہیں ۔

6- کاغذ سازی

اِنسان کی تمدّنی ترقّی کے ساتھ ساتھ کاغذ کی صنعت نے بھی ترقّی کی ہے ۔ سب سے پہلے کاغذ چین میں تیّار ہُوا ۔ یہ دستی صنعت پھر بھارت پُہنچی ۔ آج یہاں عمُدہ کاغذ بنانے کے کئی کارخانے ہیں ۔ پہلے پہل لکڑی اور گھاس کو کوٹ کر کاغذ تیّار کیا جاتا تھا ۔ بھارت میں کاغذ سازی کے بڑے بڑے کارخانے کلکتہ ، آسام اور اتر پردیش میں موجود ہیں ۔ پاکستان میں اِس صنعت کا آغاز بہُت دیر بعد ہُوا ۔ نوشہرہ ، چارسدّہ ، راہوالی ، شیخوپورہ ، لاہور اور کراچی میں کاغذ سازی کے کارخانے قائم ہوچکے ہیں ۔ علاوہ ازیں کئی شہروں میں گتّا سازی کے کارخانے بھی موجود ہیں ۔ بنگلہ دیش میں کرنافلی کا کارخانہ نہایت عمُدہ کاغذ تیّار کرتا ہے ۔ کھُلنا کے مقام پر اخباری کاغذ بنانے کا ایک بہُت بڑا کارخانہ قائم ہے ۔ بنگلہ دیش اپنا تیّار کردہ کاغذ بہُت سے ممالک کو بھیجتا ہے ۔

7- لوہے کی صنعت

لوہے کی صنعت کو مُلکی ترقّی میں بنیادی حیثیت حاصل ہے ۔ بھارت میں چونکہ لوہا بہُت پہلے مِل گیا تھا اس لیے وہاں اِس کے کارخانے بھی بہُت پہلے قائم ہونا شروع ہو گئے تھے ۔ جمشید پور میں ٹاٹا فیکٹری کے نام سے اور

اس کے فوراً بعد کلکتہ کے قریب برلا فیکٹری کے نام سے دو بہُت بڑے کارخانے بنے۔ اِس وقت جمشید پور کے قریب 86 مربع کلومیٹر کا علاقہ لوہے کے کارخانوں سے بھرا پڑا ہے۔ یہاں سے لوہا بہُت سے مراکز کو بھیجا جاتا ہے جو اِس سے مُختلف اشیا تیّار کرتے ہیں۔ مثلاً کان پور میں ریلوے کا سامان، بنگلور میں ہوائی جہاز اور گوا میں بحری جہاز بنائے جا رہے ہیں۔ ریل کی پٹڑی، کاریں، ٹرک، کرین، اور ایسی ہی دُوسری بھاری مشینری بھارت کے کئی علاقوں میں تیّار کی جا رہی ہے۔ لوہے کی صنعت کی وجہ سے وہاں کئی دوسری صنعتیں بھی قائم ہیں۔

پاکستان میں لوہے کو پگھلا کر اِستعمال کے قابل بنانے کا پہلا کارخانہ کراچی کے قریب بن قاسم کے مقام پر لگایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیکسلا کے قریب بھاری مشینری کا ایک کارخانہ لگایا گیا ہے۔ زرعی آلات فیصل آباد، ڈیرہ غازی خاں، لاہور اور خانیوال میں بنتے ہیں۔ پنکھے اور موٹریں گوجرانوالا، گجرات اور لاہور میں بنتی ہیں۔ آیندہ چند سال میں پاکستان میں لوہے سے متعلّقہ صنعتیں خُوب ترقّی کریں گی۔

بنگلہ دیش میں چٹاگانگ کے قریب لوہے کا ایک کارخانہ لگایا گیا ہے۔

8- کیمیائی کھاد کی صنعت

زرعی ترقّی کے باعث مصنوعی کھاد کی صنعت کو بھی بہُت ترقّی ہُوئی۔ پاکستان کیمیائی کھاد برآمد بھی کرتا ہے۔ شیخوپورہ، ہزارہ، فیصل آباد، ملتان، میرپور متھیلو، ڈھرکی، کوٹلی اور ماچھی گوٹھ کے مقامات پر بڑے بڑے کارخانے موجود ہیں۔ بھارت میں بھی مصنوعی کھاد بڑے پیمانے پر تیّار کی جاتی ہے۔ پنجاب، ہریانہ اور جنوبی ہند میں حیدر آباد کے قریب کھاد کے کارخانے ہیں۔ لیکن کھاد کی پیداوار میں وہ ابھی تک خود کفیل نہیں ہو سکا۔

9- سیمنٹ کے کارخانے

سیمنٹ کی صنعت پاکستان میں کافی اہمیت رکھتی ہے۔ پاکستان میں آج کل تعمیراتی کام بہُت زیادہ ہو رہے ہیں۔ اِس لیے کبھی کبھی یہاں سیمنٹ کی قلّت ہو جاتی ہے۔ سیمنٹ بنانے کے بڑے بڑے کارخانے کراچی، حیدر آباد، داؤد خیل، واہ، راولپنڈی، اٹک، جہلم، میانوالی اور کوہاٹ میں ہیں۔ کوئٹہ کے قریب ایک اور نیا کارخانہ زیرِ تعمیر ہے۔ بھارت میں سیمنٹ کی فیکٹریاں مدراس، اتر پردیش اور پنجاب کے صُوبوں میں ہیں۔ لیکن بھارت کو سیمنٹ اپنی ضروریات پُوری کرنے کے لیے باہر سے بھی منگوانا پڑتا ہے۔ بنگلہ دیش میں سیمنٹ کے کارخانے ضلع سلہٹ میں قائم ہیں۔ نیپال اور بھوٹان میں بھی سیمنٹ بنانے

کے کارخانے ہیں ۔

10۔ متفرق صنعتیں

اِن میں چمڑا رنگنے کی صنعت سب سے اہم ہے ۔ بنگلہ دیش میں میمن سنگھ اور نواکھلی اِس صنعت کے لیے مشہور ہیں ۔ پاکستان میں ساہیوال ، لاہور ، گوجرانوالا ، ملتان ، حیدر آباد اور پشاور اِس صنعت کے اہم مراکز ہیں ۔ بھارت میں اِس کے جنوُبی علاقے چمڑا پیدا کرنے کے لیے مشہور ہیں ۔ اِن صنعتوں کے علاوہ صابن سازی ، شیشہ سازی ، ادویات اور کیمیکل اشیا وغیرہ بنانے کی صنعتوں میں پاکستان اور بھارت دونوں خوُدکفیل ہیں ۔

صنعتوں کے قیام سے وسیع علاقے میں ہوا غیر صحت مند ہو جاتی ہے ۔ ایسے آلات اور طریق کار اپنائیں جو ماحول کی آلودگی کو کم کرنے میں مدد دیں ۔

مشق

1 — مُلکی ترقّی کے لیے صنعتی ترقّی کیوں ضروری ہے ؟

2 — زرعی صنعتیں کون کون سی ہیں ۔ کسی دو پر نوٹ لکھیے ۔

3 — پاکستان میں لوہے کی صنعت پر تفصیلی نوٹ لکھیے ۔

4 — مندرجہ ذیل بیانات میں سے جو صحیح ہیں ان کے سامنے "ص" اور جو غلط ہیں اُن کے سامنے "غ" لکھیں ۔

(الف) پاکستان سُوتی کپڑا برآمد کرتا ہے ۔

(ب) بھارت دُنیا میں سب سے زیادہ شکر پیدا کرتا ہے ۔

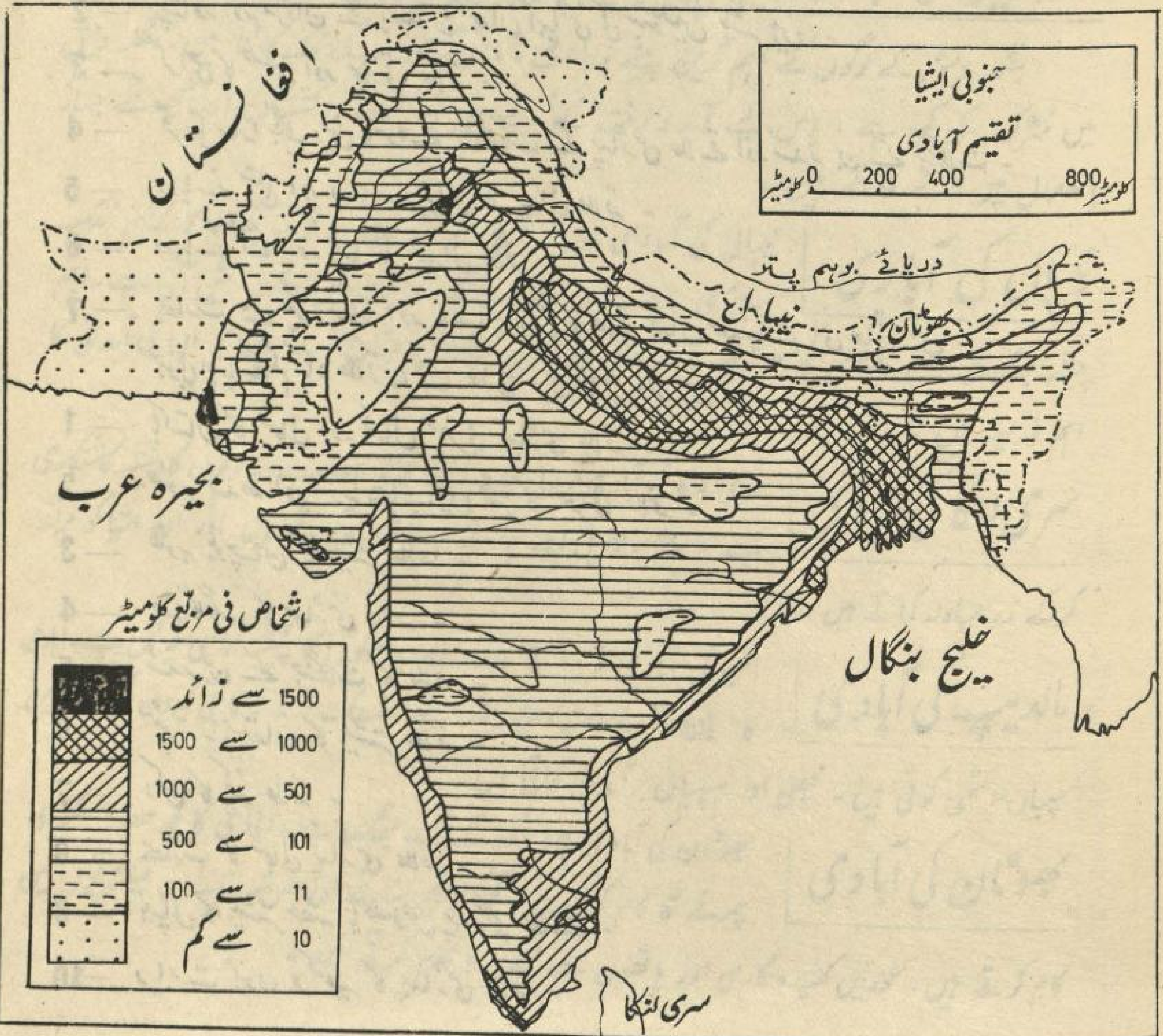
(ج) پاکستان میں سیمنٹ کا نیا کارخانہ کوئٹہ میں زیرِ تعمیر ہے ۔

(د) پاکستان کھاد برآمد کرتا ہے ۔

باب 9

جنوبی ایشیا کی آبادی

کسی مُلک کے ہر علاقے میں آبادی ایک جیسی گنجان نہیں ہوتی ۔ کہیں کم لوگ آباد ہوتے ہیں اور کہیں زیادہ ۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر ایسی جگہوں پر آباد ہونا پسند کرتے ہیں جہاں کی آب و ہَوا خوش گوار ہو ، زمین زرخیز ہو ، پانی کی فراوانی ہو اور قُدرتی وسائل بھی موجُود ہوں ۔ وسائل کے پیشِ نظر آبادی میں تیزی سے اضافہ تشویش ناک ہے ۔ اس سے ہماری صحت ،



رہائش، تعلیمی سہولتیں، پانی اور غذائی سہولیات تسلی بخش بنانے کے لیے کافی مشکلات پیش آئیں گی ۔

پہاڑی علاقوں یا بنجر علاقوں میں آبادی کم ہوتی ہے کیونکہ وہاں لوگوں کو زندگی کی آسائشیں مناسب انداز سے میسّر نہیں ہوتیں۔ عام طور پر مُلک میں دو قسم کی آبادی ہوتی ہے ۔ایک شہری اور دُوسری دیہی۔ دیہی آبادی کا پیشہ زیادہ تر زراعت ہوتا ہے ۔

آبادی کے اعتبار سے جنوبی ایشیا کے خِطہ کا شمار دُنیا کے گنُجان آباد علاقوں میں ہوتا ہے۔جنوبی ایشیا کے ممالک کی کُل آبادی قریباً 108 کروڑ ہے ۔

جنوبی ایشیا کے گنجان آباد علاقے درج ذیل ہیں :۔

1 — پاکستان کا نہری علاقہ ۔

2 — پشاور اور مَردان کے اِضلاع جہاں آبپاشی کی سہولتیں میسّر ہیں ۔

3 — کراچی کا صنعتی اور تجارتی علاقہ ۔

4 — قریباً سارا بنگلہ دیش ماسوائے چٹاگانگ کے پہاڑی علاقے اور سُندر بن کے جنگلات ۔

5 — دریائے ستلج اور دریائے بیاس کا میدانی علاقہ ۔

6 — دریائے گنگا اور جمنا کا مَیدانی علاقہ ۔

7 — بھارت میں صُوبہ بہار اور مدھیا پردیش کا علاقہ جہاں معدنیات پائی جاتی ہیں ۔

جنوبی ایشیا کے کم آباد علاقوں میں درج ذیل قابلِ ذکر ہیں :۔

1 — پاکستان کا شمالی اور شمال مغربی پہاڑی علاقہ ۔

2 — صُوبہ سندھ اور صُوبہ پنجاب میں تھر کا صحرائی علاقہ ۔

3 — صُوبہ بلوچستان کا بیشتر علاقہ ۔

4 — چٹاگانگ کا پہاڑی علاقہ ۔

5 — سُندر بن کے جنگلات کا علاقہ ۔

6 — صُوبہ راجستھان کا بیشتر علاقہ ۔

7 — دکن کا کچھُ علاقہ ۔

8 — بھارت کا شمالی پہاڑی علاقہ ۔

9 — نیپال کا بیشتر حصّہ بالخصوص پہاڑی علاقے ۔

10 — ریاست جموں وکشمیر کا پہاڑی علاقہ ۔

اب ذیل میں جنوبی ایشیا کے ممالک کا علٰحدہ علٰحدہ ذکر کیا جاتا ہے :-

پاکستان کی آبادی

1981ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی قریباً ساڑھے آٹھ کروڑ ہے۔ دُنیا بھر میں آبادی کے لحاظ سے پاکستان نواں بڑا مُلک ہے۔ کُل آبادی کا 29 فیصد شہروں میں آباد ہے اور باقی 71 فیصد دیہات میں رہتا ہے۔

بھارت کی آبادی

بھارت آبادی کے لحاظ سے دُنیا بھر میں چین کے بعد دُوسرا سب سے بڑا مُلک ہے۔ اِس کی آبادی 81 کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ بھارت کے اہم پیشے زراعت، صنعت و حرفت، کان کنی اور تجارت ہیں۔

بنگلہ دیش کی آبادی

آبادی کے لحاظ سے بنگلہ دیش دُنیا میں آٹھواں بڑا مُلک ہے۔ اِس کی آبادی قریباً 11 کروڑ ہے۔ آبادی کا زیادہ تر حِصّہ مُسلمان ہے۔

بنگلہ دیش کے لوگوں کے اہم ترین پیشے زراعت، ماہی گیری اور درخت کاٹنا ہیں۔ بنگلہ دیش میں سڑکوں کی کمی ہے، اِس لیے آمد و رفت کے لیے دریائی راستے، کشتیاں اور چھوٹے جہاز اِستعمال میں لائے جاتے ہیں۔

نیپال کی آبادی

نیپال کی آبادی قریباً 2 کروڑ ہے۔ قریباً تمام کا تمام مُلک پہاڑی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زراعت میں دِقّت پیش آتی ہے۔ اہم پیشہ جنگلات سے لکڑی کاٹنا ہے۔ ہر سال نیپال میں ہزاروں سیّاح آتے ہیں جو ان کی آمدنی کا اہم ذریعہ ہیں۔

سری لنکا کی آبادی

سری لنکا کی آبادی قریباً ایک کروڑ 73 لاکھ ہے۔ لوگوں کا پیشہ کاشتکاری ہے۔ ربڑ، ناریل اور چائے کی کاشت کرتے ہیں اور ان اشیا کو برآمد کرکے زرِ مبادلہ کماتے ہیں۔

مالدیپ کی آبادی

اس کی آبادی قریباً 2 لاکھ ہے۔ لوگوں کا پیشہ ماہی گیری ہے۔ آبادی کا 50 فیصد حصّہ اس پیشہ سے منسلک ہے۔ ماہی گیروں کی عورتیں سیپیاں اکٹھی کرتی ہیں۔ مچھلی اور سیپیاں برآمد کی جاتی ہیں۔

بھوٹان کی آبادی

بھوٹان کی آبادی 16 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ آبادی کا کچھ حصّہ لکڑی چیرنے کا کام کرتا ہے۔ کچھ فرنیچر بنانے اور مربہ بنانے کی فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں۔ عورتیں کشیدہ کاری اور ہاتھوں سے بُنائی کا کام کرتی ہیں۔

اہم پیشے

جنوبی ایشیا کے تمام ممالک کے لوگوں کے پیشے قریب قریب ایک جیسے ہی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ بعض پیشے ایک مُلک میں زیادہ اہم ہیں جبکہ بعض دُوسرے پیشے دُوسرے ممالک میں مُختلف وجوہات کی بنا پر اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ جنوبی ایشیا میں رہنے والوں کے اہم پیشے درج ذیل ہیں :۔

زراعت

جنوبی ایشیا کے ممالک کی معیشت بنیادی طور پر زرعی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آبادی کی اکثریت کا پیشہ زراعت ہے۔ پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کی اکثر آبادی دیہات میں رہتی ہے جہاں زیادہ تر لوگ کاشت کاری کرتے ہیں۔ اِسی طرح وہ لوگ غلّہ و دیگر اجناس اُگا کر مُلکی معیشت میں بھر پور کردار ادا کرتے ہیں۔ کاشت کاروں کے علاوہ بعض دیگر لوگوں نے بھی خاص پیشے اختیار کر رکھے ہیں اور کِسانوں کے کام میں ان کی معاونت کرتے ہیں۔ مثلاً لوہار، ترکھان وغیرہ۔

ماہی گیری

ماہی گیری دریاؤں اور سمندروں کے ساحلی علاقے کا مخصوص پیشہ ہے۔ بنگلہ دیش کا زراعت کے بعد دُوسرا اہم پیشہ ماہی گیری ہے۔ پاکستان میں کراچی اور مکران کے ساحل کے قریب بسنے والے لوگوں کا ایک اہم پیشہ ہے۔ بھارت میں بھی اس پیشے کو اہمیت حاصل ہے۔

کان کنی

پاکستان میں بلوچستان اور پوٹھوہار کے علاقوں میں کانیں ہیں جن سے معدنیات حاصل ہوتی ہیں۔ اِس لیے اِن علاقوں میں بسنے والے لوگوں کا اہم پیشہ کان کنی ہے۔ بھارت میں بھی کان کنی کو ایک اہم پیشے کی حیثیت حاصل ہے۔

صنعت و حرفت

ترقی پذیر ممالک میں صنعت و حرفت کو ایک اہم پیشے کے طور پر اپنایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت میں زراعت کے بعد اہمیت کے اعتبار سے دُوسرے نمبر پر صنعت و حرفت کا پیشہ آتا ہے۔ پاکستان اور بنگلہ دیش میں بھی اِس پیشے کی طرف رُجحان بڑھ رہا ہے۔

مویشی پالنا

پاکستان کے صُوبہ پنجاب کے مشرقی حصّے میں گائے، بَیل اور بھینسیں کثرت سے پالی جاتی ہیں۔ اِن سے دُودھ، گھی اور کھالیں حاصل ہوتی ہیں۔ خُشک حِصّوں اور

نمبر شمار	مُلک	دار الخلافہ	علاقہ (مربع کلومیٹر)	آبادی (بمطابق 1989)	قومی زبان
1	پاکستان	اسلام آباد	796095	110400000	اُردو
2	بھارت	نئی دہلی	3166828	817300,000	ہندی
3	بنگلہ دیش	ڈھاکہ	144020	112300000	بنگالی
4	نیپال	کھٹمنڈو	141400	17900000	نیپالی
5	سری لنکا	کولمبو	66000	17300000	سنہالی
6	بھوٹان	تھمفو (Thimpho)	46600	1600000	زونکا (DZONGHKA)
7	مالدیپ	مالے	298	190000	دھیوی (DHIVEHI)

پہاڑی علاقوں میں بھیڑ بکریاں اور اُونٹ پالنا بھی ایک اہم پیشہ ہے ۔ بھارت اور نیپال کے لوگوں میں بھی مویشی پالنے کے پیشے کو اہمیت حاصل ہے ۔

ملازمت

جنوبی ایشیا کے ممالک کی ایک خاصی بڑی تعداد سرکاری ، نیم سرکاری اور پرائیویٹ اِداروں کی ملازمت کا پیشہ اِختیار کیے ہُوئے ہے ۔ نیپال کے لوگ فوجی ملازمت کرنے کے لیے دُنیا بھر میں مشہور ہیں ۔

اِن پیشوں کے علاوہ لوگوں نے اور بھی پیشے اختیار کیے ہُوئے ہیں ۔ مثلاً جنگلات سے لکڑی کاٹنا ، مزدُوری ، تجارت ، وکالت ، تعمیرات ، اخباروں کا کاروبار وغیرہ ۔

جنوبی ایشیا کے ممالک کے بچّے

اِنسان کے رہنے سہنے کے طریقوں پر وہاں کی آب و ہوا اور موسم کا گہرا اثر ہوتا ہے ۔ جنوبی ایشیا کے ممالک کی آب و ہوا ماسوائے شمالی اور شمال مغربی حِصّوں کے ، کہیں بھی شدید سرد نہیں ۔ گرمیوں کا موسم خاصا لمبا اور گرم ہوتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ عام طور ہلکا پھلکا اور ڈِھیلا لباس پہننا پسند کرتے ہیں ۔ جنوبی ایشیا کی آبادی کی اکثریت دیہات میں رہتی ہے اِس لیے اکثر بچّے کھُلے میدانوں میں کھیلے جانے والے کھیل پسند کرتے ہیں ۔

پاکستان کے بچّے

پاکستان کے مُختلف حِصّوں میں بسنے والے بچّوں کے لباس و خوراک میں وہاں کی آب و ہوا اور موسم کے پیشِ نظر تھوڑا بہُت فرق نظر آتا ہے ۔ لیکن سب مذہب اِسلام کے شیدائی ہیں اِس لیے اِن سب میں ایک دُوسرے کے لیے محبّت اور اُخوّت کے جذبات مَوجزن ہیں ۔ قومی زبان اُردُو ہے ، جبکہ عربی زبان کی تعلیم کو بھی چھوٹی جماعتوں میں لازمی قرار دے دیا گیا ہے تاکہ اِنھیں مذہب کو سمجھنے میں آسانی ہو ۔

شَلوار قمیص عام لباس ہے البتّہ شہروں میں پَتلُون ، قمیص بھی پہنتے ہیں ۔ سندھ کے بچّے سُرخ رنگ کی ٹوپی جس پر شیشے لگے ہوتے ہیں ، پہننا پسند کرتے ہیں ۔ صُوبہ بلوچستان کے بچّے بھی اِسی طرح کی ٹوپی پہنتے ہیں ۔ صُوبہ سرحد کے بچّے سر پر لُنگی بھی باندھتے ہیں ۔ دیہات میں بچّے کبڈّی ، کُشتی ، گلّی ڈنڈا اور شہروں میں ہاکی ، کرِکٹ اور فُٹ بال کھیلنا پسند کرتے ہیں ۔

بھارت کے بچّے

بھارت میں اکثریت ہندُوؤں کی ہے مگر دُوسری قومیں بھی آباد ہیں ۔ اِن میں مُسلمان خاصی تعداد میں بستے ہیں ۔ بھارت کے مُسلمان بچّے

عام طور پر شلوار، قمیص یا پاجامہ قمیص پہنتے ہیں۔ شہری آبادی میں پتلون کوٹ کا بھی رواج ہے۔ ہندو بچّے عام طور پر پاجامے کے علاوہ دھوتی پہننا بھی پسند کرتے ہیں۔ مُسلمان بچّے زیادہ تر گوشت، ترکاری وغیرہ اور ہندو بچّے دال اور ترکاری کھانا پسند کرتے ہیں۔ بھارت میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ عام طور پر مُسلمان بچّے اُردو اور ہندو بچّے ہندی بولنا پسند کرتے ہیں۔ دیہاتی بچّے عام طور پر گُلّی ڈنڈا، کُشتی اور کبڈی کھیلتے ہیں جبکہ شہروں میں کرکٹ، فٹ بال اور ہاکی زیادہ کھیلے جاتے ہیں۔

بنگلہ دیش کے بچّے

بنگلہ دیش میں مُسلمانوں کی غالب اکثریت آباد ہے۔ البتّہ ہندو بھی ایک اہم اقلیّت کے طور پر رہتے ہیں۔ شلوار، قمیص اور دھوتی پہننے کا عام رواج ہے۔ چاول اور مچھلی مرغوب غذا ہے۔ مچھلیاں پکڑنا اِن کا مشغلہ ہے۔

نیپال کے بچّے

نیپال کے اکثر لوگ بُدھ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہندو اور مُسلمان بھی وہاں رہتے ہیں۔ نیپال کے بچّے پہاڑی علاقے کے بچّوں کی طرح عام طور پر تندرست و توانا ہوتے ہیں۔ وہاں فٹ بال کے کھیل کو بڑا پسند کیا جاتا ہے۔

کشمیری بچّے

کشمیر ایک حسین وادی ہے۔ وہاں کے بچّے صاف رنگ کے ہوتے ہیں۔ شلوار، قمیص اور ٹوپی عام لباس ہے۔ دیہاتی بچّے عام طور پر اپنے والدین کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ قالین بنانا اور بھیڑیں، بکریاں چرانا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ بچّے عام طور پر برف پر کھیلے جانے والے کھیل بہت پسند کرتے ہیں۔

مالدیپ کے بچّے

مالدیپ کے بچّوں کا مذہب اِسلام ہے اور ان کی قومی زبان دھیوی (DHIVEHI) ہے۔

بھوٹان کے بچّے

بھوٹان کے بچّوں کی قومی زبان ذونکا (DZONGHKA) ہے اور یہ بُدھ مذہب کے پیروکار ہیں۔

سری لنکا کے بچّے

سری لنکا کے بچّے سنہالی زبان بولتے ہیں۔ زیادہ تر بچّے بُدھ مذہب سے تعلّق رکھتے ہیں، باقی ہندومت، اسلام اور عسائیت سے تعلّق رکھتے ہیں۔

جنوبی ایشیا کے ممالک کے پرچم

ہر آزاد اور خُود مختار مملکت کا اپنا ایک قومی پرچم ہوتا ہے۔ یہی قومی پرچم اس مُلک کا امتیازی نشان ہوتا ہے۔ قومی پرچم کے رنگوں سے اس مُلک کی بعض خصُوصیات کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ قومی پرچم کا احترام ہر شہری کا فرض ہوتا ہے۔ یہ ان کی عزّت و عظمت کا نشان ہوتا ہے۔

پاکستان کا پرچم

پاکستان کے قومی پرچم میں دو رنگ ہیں۔ سبز اور سفید۔ سبز رنگ پرچم کے تین چوتھائی حصّے پر محیط ہے۔ سبز رنگ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں مُسلمان آبادی کی اکثریت ہے۔ سفید رنگ اس بات کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ یہاں غیر مُسلم اقلیتیں آزادانہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔

پرچم کے سبز حصّے پر ہلال اور تارا بنا ہُوا ہے جس کے پانچ کونے ہیں۔ ہلال مُلک کی ترقّی کرنے کا نشان ہے۔ تارا ایک تو روشنی کی علامت ہے اور دُوسرا اِسلام کے پانچ ارکان یعنی کلمہ، توحید نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو ظاہر کرتا ہے۔

بھارت کا پرچم

بھارت کے پرچم میں تین رنگ دار پٹّیاں ہیں۔ سب سے اُوپر نارنجی رنگ کی پٹّی ہے، درمیان میں سفید پٹّی اور نیچے ہرے رنگ کی پٹّی ہے۔ پرچم کے درمیان میں ایک چکّر بنا ہُوا ہے، جسے "اشوک چکّر" کہتے ہیں۔

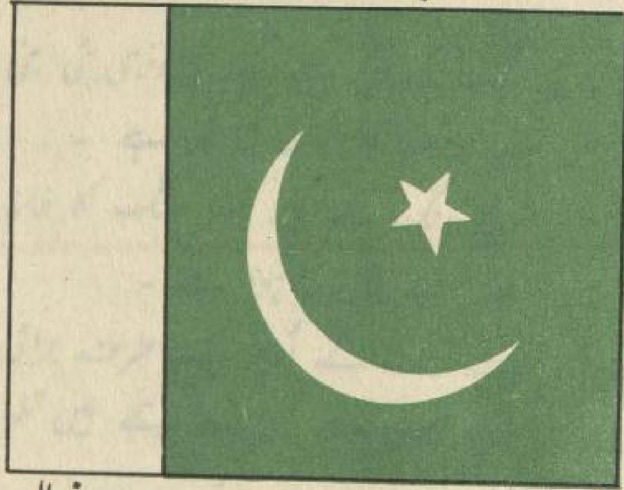
بنگلہ دیش کا پرچم

بنگلہ دیش کے پرچم کا رنگ سبز ہے جو اِس بات کی دلیل ہے کہ وہاں کی آبادی کی غالب اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ پرچم کے درمیان سُرخ رنگ کا ایک گول نشان ہے جو اُفق پر نکلتے سُورج کو ظاہر کرتا ہے۔

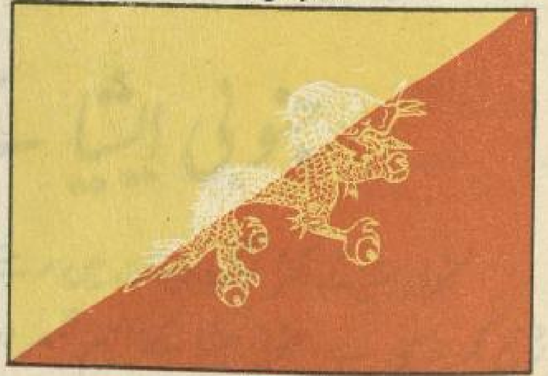
نیپال کا پرچم

نیپال کے پرچم میں دو تکونیں بنی ہُوئی ہیں۔ ان کا رنگ سرخ ہے۔ اس کے حاشیے پر نیلے رنگ کی باریک پٹّی لگی ہُوئی ہے۔ اِن تکونوں میں سفید رنگ کے دو نشان ہیں۔ اُوپر والی تکون میں چاند اور تارے کا نشان ہے اور نیچے والی تکون میں سُورج کا نشان بنا ہُوا ہے۔

پاکستان



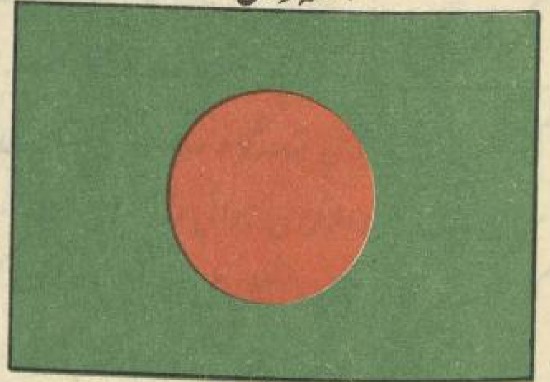
بھوٹان



نیپال



بنگلہ دیش



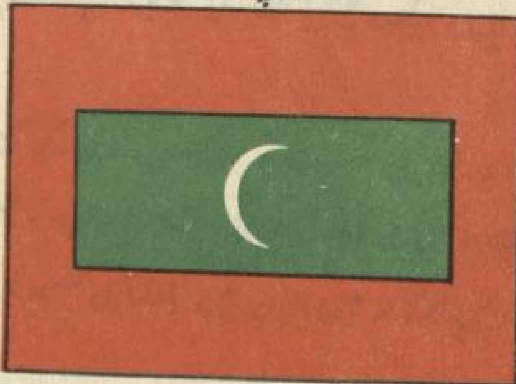
بھارت



سری لنکا



مالدیپ



سارک (جنوبی ایشیا) کے ممالک کے پرچم

بھوٹان کا پرچم نارنجی رنگ کے اُوپر پیلے رنگ کی وتری پٹی بنی ہوئی ہے اور درمیان میں سفید رنگ کا اژدھا بنا ہُوا ہے ۔

مالدیپ کا پرچم سُرخ رنگ کے اُوپر سبز رنگ کا خانہ بنا ہُوا ہے جس کے اندر سفید ہلال بنا ہُوا ہے ۔

سری لنکا کا پرچم پیلے رنگ کے اُوپر ایک طرف براؤن خانے میں شیر کی تصویر بنی ہوئی ہے جس کے پنجے میں تلوار ہے ، دُوسری طرف سُرخ اور سبز پٹیاں بنی ہوئی ہیں ۔

جنوبی ایشیا کے اہم شہر

جنوبی ایشیا کے اکثر لوگ دیہات میں رہتے ہیں البتّہ دیہی آبادی بڑی تیزی سے شہروں کی طرف رُخ کر رہی ہے۔ جنوبی ایشیا کے اہم شہر درج ذیل ہیں :

کراچی کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے ۔ اِس کی آبادی 75 لاکھ سے زائد ہے۔ کراچی صُوبہ سندھ کا صدر مقام ہے اور بحیرۂ عرب کے کنارے واقع ہے۔ پاکستان کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے ۔ پاکستان کی قریباً تمام تجارت اِسی بندرگاہ کے راستے ہوتی ہے ۔ یہاں ایک بین الاقوامی ہوائی اڈّا بھی ہے ۔ یہاں کپڑے اور دیگر کئی چیزیں بنانے کے متعدّد کارخانے قائم ہیں ۔ سٹیل مِل اور تیل صاف کرنے والے کارخانے بھی کراچی کے قریب کام کر رہے ہیں۔

کراچی ایک اہم تعلیمی مرکز بھی ہے ۔ یہاں کئی یونیورسٹیاں اور متعدّد سکول اور کالج قائم ہیں ۔ کلفٹن اور ہِل پارک اچھی سیر گاہیں ہیں ۔ ایک چڑیا گھر بھی موجُود ہے ۔ مزارِ قائدِاعظمؒ بھی کراچی ہی میں ہے ۔

لاہور یہ صُوبہ پنجاب کا صدر مقام اور مشہور تاریخی شہر ہے ۔ دریائے راوی کے کنارے واقع ہے اور پاکستان کا دُوسرا بڑا شہر ہے ۔ اس کی آبادی قریباً 45 لاکھ ہے ۔ مُغلوں کے زمانے کی بنائی ہُوئی کئی عمارات ابھی تک لاہور میں موجُود ہیں ۔ اِن میں بادشاہی مسجد ، شاہی قلعہ ، مقبرہ جہانگیر اور شالامار باغ سرِ فہرست ہیں ۔

لاہور علم کا بہُت بڑا مرکز ہے ۔ یہاں بے شمار سکول اور کالج قائم ہیں ۔ اِسے کالجوں کا شہر کہا جاتا ہے ۔ یہاں متعدد لائبریریاں قائم ہیں، نیز عجائب گھر اور چڑیا گھر ہیں ۔

لاہور کے قریب کئی کارخانے ہیں ۔ جہاں روز مرّہ ضرورت کا سامان بالخصوص سائیکل، جُوتے، برتن وغیرہ تیار ہوتے ہیں ۔ پاکستان منٹ (سکّے بنانے کا کارخانہ) بھی لاہور ہی میں ہے ۔ لاہور ہی میں 23، مارچ 1940ء کو قراردادِ پاکستان منظور کی گئی ۔ اِس جگہ پر مینارِ پاکستان تعمیر کیا گیا ہے ۔ جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی ریلوے ورکشاپ لاہور ہی میں ہے ۔ 1974ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس بھی اِس عظیم شہر میں منعقد ہُوئی تھی ۔ حضرت داتا گنج بخش رحؒ اور علامہ اقبالؒ کے مزار بھی یہیں ہیں ۔

فیصل آباد

فیصل آباد پاکستان کا تیسرا بڑا شہر ہے ۔ یہ ایک زرخیز زرعی خِطّہ میں واقع ہے اور دُنیا بھر میں اپنی سُوتی کپڑے کی صنعت کی وجہ سے مشہور ہے ۔ قالین بافی، ہوزری اور دیگر کئی صنعتیں بھی اس شہر میں موجُود ہیں ۔ زرعی یونیورسٹی، ایوّب زرعی ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ، میڈیکل کالج اور کئی دُوسرے کالج یہاں قائم ہیں ۔

حیدر آباد

آبادی کے اعتبار سے حیدر آباد پاکستان کا چوتھا بڑا شہر ہے ۔ کراچی سے 160 کلومیٹر کے فاصلہ پر دریائے سِندھ کے مشرقی کنارے پر واقع یہ ایک تاریخی شہر ہے ۔ اِس کا پرانا حِصّہ بڑا گنجان آباد ہے ۔ البتّہ نئی آبادیاں بڑی منصُوبہ بندی سے تعمیر کی گئی ہیں ۔ یہ ایک بڑا صنعتی اور کاروباری مرکز ہے ۔ دریا کے دُوسری جانب سِندھ یونیورسٹی اور مہران یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی واقع ہے ۔ حیدر آباد اپنی سِلک، گلاس اور کشیدہ کاری کی صنعتوں کے لیے مشہور ہے ۔

پشاور

یہ شمال مغربی سرحدی صُوبے کا صدر مقام اور ایک تاریخی شہر ہے ۔ اِس شہر کے چاروں اَطراف باغات ہیں ۔ اِن میں وزیر باغ اور شاہی باغ نسبتاً مشہور ہیں ۔ پشاور کے قریب مشہور درّۂ خیبر واقع ہے ۔ پشاور تجارت کا اہم مرکز ہے ۔ یہاں ایک یونیورسٹی اور کئی کالج کام کر رہے ہیں ۔ اس کی آبادی سات لاکھ ہے ۔

کوئٹہ

کوئٹہ صوبہ بلوچستان کا صدر مقام اور ایک صحت افزا مقام ہے ۔ یہاں موسمِ گرما خُوش گوار ہوتا ہے ۔ وادیٔ کوئٹہ میں باغات بھی اکثر نظر آتے ہیں ۔ کوئٹہ میں ایک یونیورسٹی اور میڈیکل کالج قائم ہے ۔ تجارت بالخصوص پھلوں کی تجارت کا اہم مرکز ہے ۔ اِس کی آبادی قریباً چار لاکھ ہے ۔ کوئٹہ سے دو مُسلم ممالک ایران اور افغانستان کو راستے جاتے ہیں ۔

اسلام آباد

یہ شہر پاکستان کا دارالحکومت ہے اور جدید طرزِ تعمیر کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ یہاں وفاقی حکومت کے دفاتر قائم ہیں۔ بیشتر غیر مُلکی سفارت خانے بھی اسلام آباد میں واقع ہیں۔ اسلام آباد میں ایک عظیم الشّان مَسجد تعمیر کی گئی ہے۔ اِس کا نام فیصل مسجد ہے۔ اِس مسجد میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔ قائدِ اعظمؒ یُونیورسٹی اور علاّمہ اقبال اوپن یُونیورسٹی اِس کے علاوہ ہیں۔ دلکش اور قُدرتی مناظر سے مزین اِس شہر میں قریبًا دو لاکھ لوگ بَستے ہیں۔

ڈھاکہ

یہ شہر بنگلہ دیش کا دارالحکومت اور ایک تاریخی شہر ہے۔ یہاں بُہت سی خُوبصُورت مساجد موجُود ہیں۔ شاید اِسی لیے اِسے "مسجدوں کا شہر" کہتے ہیں۔ ڈھاکہ صنعت و حرفت کے لیے زمانہ قدیم سے مشہور ہے۔ آج کل پَٹ سَن، کپڑے، چائے اور تمباکو کی صنعت اور تجارت کا مرکز ہے۔

چٹاگانگ

ڈھاکہ کے بعد بنگلہ دیش کا دُوسرا بڑا شہر چٹاگانگ ہے۔ یہ دریائے کرنافلی کے کنارے ایک مشہور اور اہم بندرگاہ ہے۔ بنگلہ دیش کی بیشتر تجارت اِسی راستے سے ہوتی ہے۔ یہاں متعدّد کارخانے دن رات کام کر کے مُلکی معیشت کو سنبھالنے میں مصروفِ عمل ہیں۔ اِن میں پَٹ سَن کی مصنوعات، کپڑا، کاغذ اور سیمنٹ بنانے کے کارخانے قابلِ ذکر ہیں۔

دہلی

یہ شہر دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے اور بھارت کا دارالحکومت ہے۔ اس کی تاریخی حیثیت سے کِسی کو اِنکار نہیں۔ یہ شہر ایک عرصے تک برِّصغیر کے مُسلمان حُکمرانوں کا بھی صدر مقام رہا ہے۔ مُسلمان بادشاہوں نے اپنے زمانے میں جو عالی شان عمارات بنوائی تھیں، اُن میں سے بعض آج تک قائم ہیں۔ مثلاً لال قلعہ، جامع مسجد، ہمایوں کا مقبرہ اور قطب مینار وغیرہ۔ یہ ایک اہم علمی اور تہذیبی مرکز ہے۔ اس کی آبادی ستاون لاکھ سے زائد افراد پر مُشتمل ہے۔

کلکتہ

آبادی کے لحاظ سے بھارت کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس کی آبادی 90 لاکھ سے زائد ہے۔ کلکتہ ایک اہم بندرگاہ ہے۔ بھارت کے مشرقی علاقوں کی بیشتر تجارت اِسی راستے سے ہوتی ہے۔ کلکتہ میں متعدّد کارخانے قائم ہیں جن میں سُوتی کپڑا بنانے، پَٹ سَن سے مُختلف مصنوعات تیار کرنے اور کاغذ بنانے کے کارخانے زیادہ اہم ہیں۔

بمبئی

آبادی کے لحاظ سے بھارت کا دُوسرا بڑا شہر ہے۔ بحیرہ عرب کے کنارے واقع ایک اہم قدرتی بندرگاہ ہے۔ صنعت و تجارت کا بُہت بڑا مرکز ہے۔ سُوتی کپڑا بنانے کی صنعت بے شمار وُسعت حاصل کر چکی ہے۔ یہاں قُدرتی مناظر کی بھی کمی نہیں۔ بمبئی کی آبادی

قریباً 82 لاکھ ہے ۔

مدراس بھارت کے مشرقی ساحل پر واقع یہ ایک نہایت اہم بندرگاہ ہے ۔ آبادی قریباً بیالیس لاکھ ہوچکی ہے ۔ تجارت وصنعت کا مرکز ہے ۔ خاص طور پر کپڑے ، چمڑے کی مصنوعات اور سگریٹ کے کارخانوں کے لیے مشہور ہے ۔ یہ فوج کا مرکز بھی ہے اور تعلیمی و ثقافتی اعتبار سے اپنا الگ مقام رکھتا ہے ۔

کھٹمنڈو نیپال کا دارالحکومت اور ملک کا سب سے بڑا شہر ہے ۔ اِس کی آبادی قریباً دو لاکھ 35 ہزار ہے ۔ اہم صنعتی ، تجارتی اور علمی مرکز ہے ۔ یہاں ہندوؤں اور بودھوں کے بے شمار مندر ہیں ۔

مالے یہ مالدیپ کا دارالحکومت ہے اور ملک کا سب سے بڑا شہر ہے ۔ اس کی آبادی چھیالیس ہزار ہے ۔ اِس کی سڑکیں ریت کی بنی ہُوئی ہیں ۔ کوئی پکی سڑک موجود نہیں ہے ۔

مشق

(الف) 1 — جنوبی ایشیا کے گنجان آباد علاقوں کے نام لکھیں ۔

2 — جنوبی ایشیا کے کم گنجان آباد علاقے کون کون سے ہیں ؟

3 — پاکستان کے بچّوں پر مختصر نوٹ لکھیں ۔

4 — جنوبی ایشیا کے چار اہم پیشوں پر جامع نوٹ لکھیں ۔

5 — جنوبی ایشیا کے چار اہم شہروں کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں ؟

6 — کسی قوم کی زندگی میں قومی پرچم کی کیا اہمیت ہے ؟ نیز پاکستان اور بھارت کے پرچموں پر نوٹ لکھیں ۔

(ب) درج ذیل بیانات میں سے جو صحیح ہیں ان کے سامنے "ص" اور جو غلط ہیں اُن کے سامنے "غ" لکھیں ۔

1 — بنگلہ دیش جنوبی ایشیا کا سب سے گنجان آباد علاقہ ہے ۔

2 — جنوبی ایشیا کا سب سے اہم پیشہ کان کنی ہے ۔

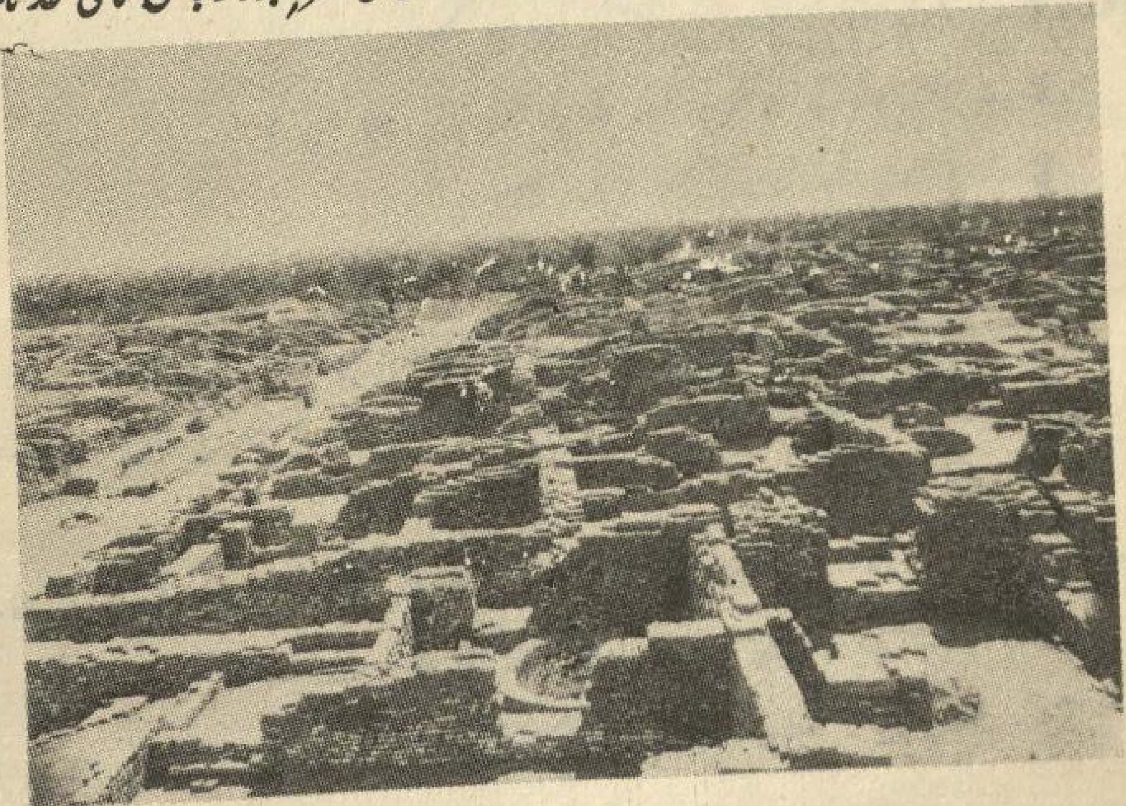
3— جنوبی ایشیا میں آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا شہر دہلی ہے ۔
4— جنوبی ایشیا کے ممالک کا شمار سب سے زیادہ آبادی والے خطّے میں ہوتا ہے ۔
5— کھٹمنڈو کی آبادی ایک لاکھ سے بھی کم ہے ۔

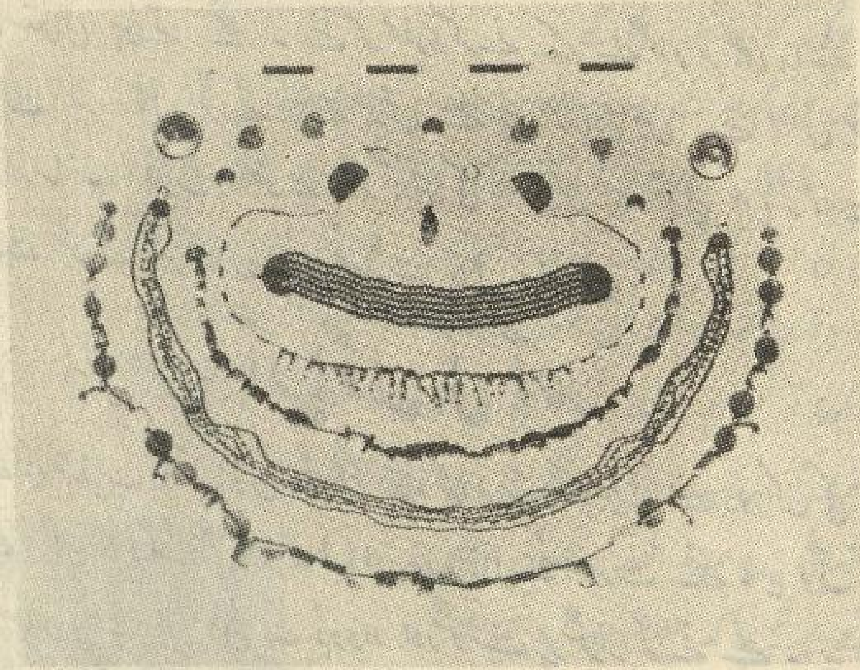
مسلمانوں کی آمد سے پیشتر برِّصغیر کے لوگ

برِّصغیر پاک و ہند میں اِنسانی زندگی کا آغاز آج سے ہزاروں سال پہلے ہُوا۔ یہاں کچھ علاقوں میں کھُدائی سے جو کھنڈرات مِلے ہیں، اِن سے پتا چلتا ہے کہ آج سے قریباً پانچ ہزار سال پہلے دُنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک تہذیب یہاں آباد تھی۔ اِسے "وادیِ سندھ کی تہذیب" کہتے ہیں۔

وادیِ سندھ کی تہذیب

وادیِ سندھ کی تہذیب کی بستیوں کے کھنڈرات موئن جو دڑو (ضلع لاڑکانہ صُوبہ سندھ) اور ہڑپا (ضلع ساہیوال صُوبہ پنجاب) میں پائے گئے ہیں۔ اِس لیے اِسے موئن جو دڑو اور ہڑپا کی تہذیب کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان دونوں مقامات کے درمیان 650 کلومیٹر کا فاصلہ ہے لیکن کھُدائی کے بعد حاصل شُدہ معلُومات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگوں کی طرزِ بُود و باش کافی حد تک ایک





جیسی تھی ۔ یہ بستیاں کافی ترقی یافتہ اور صاف سُتھری تھیں ۔

موئن جو دڑو اِن کھنڈرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں کے رہنے والے اپنی بستیاں کافی خُوبصورتی سے آباد کرتے تھے ۔ گلیاں عموماً سیدھی اور کشادہ ہوتی تھیں۔ مکانات پکّی اِینٹوں سے بنائے جاتے تھے ۔ اِن میں روشنی کا اِنتظام ہوتا تھا ۔ غُسل خانے اور باورچی خانے الگ الگ بنائے جاتے تھے ۔ گھروں سے پانی کے نکاس کا انتظام بھی تھا۔ کھنڈرات میں ایک بڑے حمام کے آثار بھی مِلے ہیں ۔

یہ لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے ۔ اس کے علاوہ نقش و نگار والے مٹّی کے برتن ، زیورات ، بالوں میں لگائی جانے والی سُوئیاں ، کنگھیاں ، انگوٹھیاں ، چوڑیاں ، کپڑے ، مُہریں اور بچّوں کے کھلونے بنائے جاتے تھے ۔ کھلونوں میں ایک ایسا بیل بھی مِلا ہے جس کی دُم ہلانے سے اس کا سر بھی ہِلنے لگتا ہے ۔

ہڑپّا ہڑپا کے کھنڈرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگوں کا طرزِ بُود و باش موئن جو دڑو کے رہنے والوں سے بہُت مِلتا جُلتا تھا ۔ موئن جو دڑو کی طرح مکانات پکّی اینٹوں کے ہوتے تھے جن کے صحن کشادہ اور کمرے ہوادار بنائے جاتے تھے ۔ گھروں سے پانی کے نکاس کا خاطر خواہ اِنتظام تھا ۔ گلیوں اور سڑکوں میں نالیاں ڈھکی ہُوئی تھیں ۔ کوڑا کرکٹ پھینکنے کے لیے الگ جگہیں تھیں۔ کنوئیں عام تھے ، جن پر مسافروں کے پانی پینے کے لیے برتن رکھے ہوئے تھے ۔

یہاں پر لوگ کاشت کاری کرتے تھے اور مُویشی پالتے تھے ۔ یہ جانور بار برداری اور کاشت کاری

کے لیے بھی استعمال ہوتے تھے ۔ غلّے کو محفوظ کرنے کے لیے گودام بھی بنائے جاتے تھے ۔ اس کے علاوہ زیورات نیز بیل بُوٹے والے برتن ملے ہیں ۔ اِن میں سے بعض برتنوں پر جانوروں مثلاً شیر، ہاتھی، سانپ، مُرغ، طوطے اور کبُوتر کی تصویریں بنی ہُوئی ہیں ۔ آلاتِ حرب میں تانبے اور کانسی کے بنے ہُوئے تیر کمان اور کلہاڑے قابلِ ذکر ہیں ۔

آریاؤں کی آمد

وادیٔ سندھ کی تہذیب کو آریاؤں نے آکر تباہ کیا ۔ یہ وسطِ ایشیا سے خوراک کی تلاش میں گھومتے پھرتے یہاں پہنچے ۔ اِن کا رنگ گورا، قد لمبا اور خدو خال خوبصورت تھے ۔ یہ لوگ خانہ بدوش تھے ۔ گھوڑے اور دیگر جانور پالتے نیز ان کے دُودھ اور گوشت پر گزارا کرتے تھے ۔ یہ لوگ جنگ جُو تھے ۔ برِّصغیر میں داخل ہونے کے بعد اِن لوگوں نے کچھ عرصہ پنجاب میں قیام کیا اور پھر برِّصغیر کے دُوسرے علاقوں میں پھیل گئے ۔

ہندُوؤں کا معاشرتی نظام

ابتداً آریاؤں کے رہن سہن کا طریقہ نہایت سادہ تھا ۔ وقت گزرنے کے ساتھ اُنھوں نے ایک ایسے معاشرتی نظام کی بُنیاد رکھی جس میں درجہ بندی اور ذات پات کی تمیز کو خصوصی اہمیت دی گئی تھی ۔ لوگوں کو چار بڑی ذاتوں میں تقسیم کیا جو کہ برہمن، کھشتری، ویش اور شُودر کہلائے ۔ برہمن سب سے اعلیٰ ذات کے مالک تصوّر کیے جاتے تھے اور مذہبی رسوم ادا کرتے تھے ۔ کھشتری کا بنیادی کام ملک کی حفاظت کرنا اور حکومت کا کام چلانا ہوتا تھا ۔ ویش تجارت اور زراعت کرتے تھے ۔ شودروں کو سب سے کم تر مقام حاصل تھا ۔ برِّصغیر کے قدیم باشندے جو چھوٹے قد اور سانولے رنگ والے تھے شودر کہلائے ۔

ذات پات کی تمیز کا ہندُوؤں کے معاشرتی نظام پر گہرا اثر تھا ۔ پیشوں کی تقسیم، معاشرے میں حیثیت سزا اور جزا کا انحصار بھی ذات پات پر تھا ۔ کوئی شخص اگر اپنی ذات کے اُصولوں اور پابندیوں کی خلاف ورزی کرتا تو اس کا معاشرتی مقاطعہ کیا جاتا تھا ۔ کسی جُرم کی صُورت میں اعلیٰ ذات والوں کے لیے کم اور نیچی ذات والوں کے لیے سخت سزائیں تھیں ۔ کسی برہمن کو قتل کرنا سخت جرم تھا البتہ شودر کو قتل کرنا ایک عام سی بات تھی ۔

عورتوں کو بھی کافی حقیر سمجھا جاتا تھا ۔ اگر کسی عورت کا خاوند مَر جاتا تو اسے مُردے کے ہمراہ زندہ جلا دیا جاتا تھا ۔ اِسے "ستی کی رسم" کہا جاتا ہے ۔

بُدھ مت

ذات پات کی سختی ، چھُوت چھات اور ہندو مذہب کے غیر مُنصفانہ معاشرتی نظام سے لوگ کافی تنگ ہُوئے ۔

اِن حالات میں گوتم بُدھ نے ایک نئے مذہب ، "بدھ مت" کا آغاز کیا ۔ گوتم بدھ کا اصلی نام سدھارتھ تھا ۔ وہ 563 ق۔م (قبل مسیح) میں پیدا ہُوا اور نیپال کی ایک ریاست کے راجا کا بیٹا تھا ۔ اگرچہ اس کی ابتدائی تربیت شاہانہ انداز میں ہُوئی لیکن اسے عیش و عشرت کی زندگی پسند نہ تھی اور یہ زیادہ وقت غور و فکر میں کھویا رہتا تھا ۔ جب اُس نے ہندو مت میں عام لوگوں پر ظُلم و ستم ہوتے دیکھا تو اسے بہُت دُکھ ہُوا ۔ اس نے سوچنا شُروع کیا کہ کسی طرح اس غیر مُنصفانہ نظام کی اصلاح کی جائے ۔ ایک روز اس فکر میں وہ اپنی آرام و آسائش والی زندگی کو خیرآباد کہ کر جنگل میں نکل گیا تاکہ تنہائی میں مزید غور و فکر کر سکے ۔



(مہاتما بدھ)

آخر کار وہ اس نتیجے پر پُہنچا کہ معاشرے میں اُس وقت تک سب لوگ خُوش حال نہیں رہ سکتے ، جب تک ہر شخص کو برابر نہ سمجھا اور اس کی عزّت نہ کی جائے۔ یہی اُصول بدھ مت کی بنیاد ہے ۔ بُدھ مت میں چھُوت چھات اور ذات پات کو ردّ کرتے ہُوئے انسانی برابری کی تلقین کی گئی ۔

مہاتما بدھ کی اِن باتوں کو سُن کر عام لوگ بہُت خُوش ہوئے ۔ اُنھوں نے سوچا کہ آریاؤں کے ذات پات کے نظام کی وجہ سے ہی ان کو ذلیل کیا جاتا ہے ۔ اس سے نجات کے لیے لوگوں نے بدھ کی باتوں کو دل و جان سے قبول کرلیا۔ اس طرح وہ بُدھ مت کے پیرو کار بن گئے ۔

آج بھی بھارت ، سری لنکا ، برما ، نیپال ، جاپان اور چین میں بدھ مت کے ماننے والے موجُود ہیں ۔

مشق

(ا) درج ذیل بیانات میں سے جو دُرست ہیں اُن کے سامنے "د" اور جو غلط ہیں ان کے سامنے "غ" لکھیں۔

1 — وادئ سندھ کی تہذیب قریباً پانچ ہزار سال پرانی ہے

2 — وادئ سندھ کی تہذیب اور ہڑپا و موئن جو دڑو کی تہذیب ایک دُوسرے سے مُختلف ہیں۔

3 — آریا برّصغیر کے مقامی لوگ تھے۔

4 — ہندُوؤں میں ذات پات کا رواج تھا۔

5 — گوتم بُدھ نے بُدھ مت کی بُنیاد رکھی۔

6 — مُساوات اور سادگی بُدھ مت کے بنیادی اُصولوں میں سے ہیں۔

(ب مختصر جواب دیجیے:

1 — موئن جو دڑو کے کھنڈرات سے یہاں پانچ ہزار سال پہلے بسنے والے لوگوں کے بارے میں کیا معلوم ہوتا ہے؟

2 — ہڑپا میں پانچ ہزار سال پہلے بسنے والے لوگ اپنے گھر کیسے بناتے تھے؟

3 — موئن جو دڑو اور ہڑپا میں پانچ ہزار سال پہلے لوگوں کا پیشہ کیا تھا؟

4 — آریاؤں نے برّصغیر میں آکر کیسا معاشرتی نظام بنایا۔ کیا عام لوگ اس سے خوش تھے؟

5 — لوگوں نے مہاتما بُدھ کی باتوں کو کیوں فوراً مان لیا؟

باب 11

برِّصغیر میں اِسلام کی آمد



عرب کے مسلمان 712ء میں برِّصغیر پر حملہ آور ہوئے۔ اس سے پہلے عرب تاجر سامان کی خرید و فروخت کے سلسلے میں اس علاقے میں آتے جاتے رہتے تھے۔ یہ تاجر چونکہ مُسلمان تھے، اِس لیے برِّصغیر کے لوگوں کو اسلام کی باتیں بھی سمجھاتے تھے۔ ان میں سے کچھ نے برِّصغیر کے مغربی ساحل پر مستقل رہائش اختیار کرلی تھی اور ان کے مقامی آبادی سے خُوشگوار تعلقات قائم تھے۔

محمّد بن قاسم کی سِندھ میں آمد

کچُھ عرب تاجروں نے لنکا (موجودہ سری لنکا) میں سکونت اختیار کر رکھّی تھی۔ اِن میں سے کچُھ تاجروں کا انتقال لنکا میں ہوگیا۔ لنکا کے راجا نے ان کے افرادِ خانہ، مال و اسباب اور خلیفہ کے لیے تحفے تحائف ایک بحری جہاز کے ذریعے روانہ کیے۔ اس جہاز میں کچُھ مُسلمان بھی سوار ہوگئے جو حَج کے لیے عرب جانا چاہتے تھے۔ جب یہ جہاز برِّصغیر کی بندرگاہ دیبل کے قریب (موجُودہ کراچی سے کچُھ فاصلے پر) پُہنچا تو کچُھ بحری ڈاکوؤں نے اِن پر حملہ کر کے تمام مال لُوٹ لیا اور عورتوں اور بچّوں کو قیدی بنا لیا۔ ان میں سے چند مُسافر بچ نکلے اور اُنھوں نے ایک مُسلمان گورنر حجاج بن یوسف سے فریاد کی۔ حجاج بن یوسف کو سخت غصّہ آیا کیونکہ اس سے پیشتر بھی اسے اِسی قسم کی شکایات مِل چُکی تھیں۔ لہٰذا اُس نے سندھ کے راجا داہر کو خط لِکھا کہ بحری ڈاکوؤں سے لُوٹا ہُوا مال حاصل کیا جائے اور قیدیوں کو رہائی دلوا کر عرب بھجوایا جائے اور یہ کہ ان ڈاکوؤں کو سزا دی جائے۔ راجا داہر نے بہانہ کیا کہ ڈاکوؤں سے مال اور لوگوں کو حاصل کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس جواب سے حجاج بن یوسف سخت برہم ہُوا۔ اُس نے اپنے نوجوان بھتیجے محمّد بن قاسم کی قیادت میں فوج روانہ کی۔

محمّد بن قاسم کی فوج اُس زمانے کے ضروری آلاتِ حَرب سے لیس تھی۔ ان کے پاس آگ

برسانے والے تیر تھے جو جہاں گرتے تھے آگ لگا دیتے تھے۔ اِس کے علاوہ ان کے پاس کچھ مشینیں تھیں جنھیں "منجنیق" کہا جاتا تھا۔ ان کے ذریعے بھاری پتّھر دُور تک پھینکے جا سکتے تھے۔

محمّد بن قاسم 712ء کے مَوسمِ بہار میں دیبل پُہنچا اور اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ کئی ماہ جاری رہا۔ شہر کے گرد ایک مضبُوط اور اُونچی فصیل تھی۔ اس فصیل کے باہر ایک چوڑی اور گہری خندق تھی جو ہر وقت پانی سے بھری رہتی تھی۔ دیبل کے شہریوں نے خوراک کی اچھی خاصی مقدار جمع کر رکھّی تھی۔ لہٰذا وہ شہر میں محصُور ہو کر بیٹھے رہے۔

دیبل شہر کے وَسط میں ایک مندر تھا۔ اس کے بلند کلس پر ایک بڑا پرچم لہراتا تھا۔ ہندُوؤں کا عقیدہ تھا کہ جب تک یہ پرچم لہراتا رہے گا انھیں کوئی نقصان نہیں پُہنچا سکے گا۔ اِس عقیدہ کی خبر محمّد بن قاسم کو مِل گئی۔ لہٰذا مُسلمانوں نے منجنیق سے دیبل کے مندر اور پرچم پر پتّھر پھینکنے شرُوع کر دیے۔ جس کی وجہ سے ہندوؤں کا پرچم گِر پڑا۔ اِس سے شہر میں کھلبلی مچ گئی اور ہندوؤں کے حوصلے پَست ہو گئے۔ اِس دوران مُسلمانوں کی فوج کے کچھ آدمی فصیل پر چڑھ کر اندر پُہنچ گئے اور ہندو فوجیوں کا مقابلہ کر کے قلعے کے دَروازے کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ محمّد بن قاسم کی فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ شہر پر قبضہ کرنے کے بعد محمّد بن قاسم نے امنِ عام کا اعلان کیا، مُسلمانوں کے حُسنِ سلوک سے متأثر ہو کر بہُت سے ہندوؤں نے اِسلام قبول کر لیا۔

راجا داہر سے جنگ

دیبل کی فتح کے بعد عربوں نے دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ پیش قدمی کر کے اور کئی علاقے بھی فتح کر لیے۔ فتوحات کا یہ سِلسلہ جاری تھا کہ محمّد بن قاسم کو اِطلاع مِلی کہ راجا داہر ایک بہُت بڑے لشکر کے ہمراہ مقابلہ کے لیے آ رہا ہے۔ اب صُورتِ حال یہ تھی کہ دریائے سندھ کے ایک کنارے پر راجا داہر کی فوج تھی اور دُوسرے کنارے پر محمّد بن قاسم کی۔ راجا کی فوج کی شدید مزاحمت کے باوجود لشکرِ اسلام نے دریائے سندھ کو عبُور کر کے ہندُو افواج پر بھرپُور حملہ کر دیا۔ گھمسان کا رَن پڑا۔ راجا داہر کی فوج کا شدید نقصان ہُوا اور وہ خود بھی مارا گیا۔ محمّد بن قاسم علاقے فتح کرتا ہُوا ملتان تک جا پُہنچا۔

اسلام کی اشاعت

محمّد بن قاسم کی قیادت میں مُسلمانوں کی کامیابیوں کے بعد برِّصغیر میں اِسلام تیزی سے پھیلا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ فاتح مُسلمانوں نے اپنی رواداری اور حُسنِ سلوک سے یہاں کے لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ یہ لوگ اپنے راجاؤں کے ظالمانہ سلُوک سے سخت تنگ تھے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ مُسلمان بھی ان سے ویسا ہی غیر اِنسانی سلوک کریں گے۔

لیکن ایسا نہیں ہُوا - بدھ راہبوں اور ہندو برہمنوں سے اچھا سلوک کیا گیا - ان کی عبادت گاہوں کو کوئی نُقصان نہیں پُہنچایا گیا - بعض مندروں کے اخراجات سرکاری خزانے سے دِیے گئے - اِس کے علاوہ رعایا کی خُوش حالی کے لیے ضروری اقدامات بھی کیے گئے - غلّے کی پیداوار میں اضافے کی طرف خصوصی توجہ دی گئی - اِس اچھے سلوک سے خُوش ہوکر برِّصغیر کے اِن علاقوں کے لوگ محمّد بن قاسم کو اپنا "نجات دہندہ" سمجھنے لگے -

مُسلمانوں نے ہندُوؤں کو اُن کے عہدوں سے علیحدہ نہ کیا اور نہ ہی ان کی زمینیں اور جائیدادیں چھینیں - اِسی طرح مُسلمانوں نے عدل اور مُساوات کی بُنیاد پر اپنے نظام کو چلاکر اسلام کی برتری کو ثابت کیا- یہی وجہ تھی کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندُوؤں نے بڑی کثرت سے اپنی مرضی سے اِسلام قبول کیا-

مُسلمانوں کی تہذیب و ثقافت

712ء تا 1707ء

ہر مُلک اور علاقے کے لوگ اپنی زندگی اپنے مخصوص انداز سے گزارتے ہیں - ان کا لباس ، خوشی و غم کے اظہار کے طریقے ، زبان ، مذہبی عقائد ، سوچنے کا انداز ، موسیقی اور تصویر کشی وغیرہ دُوسرے کسی بھی علاقے یا مُلک کے لوگوں سے مختلف ہوتی ہے - یہی مخصوص رنگ ان لوگوں کی شناخت ہوتی ہے اور اسی کو ثقافت کہا جاتا ہے -

آج ہم سب پاکستانی ایک خاص اور منفرد انداز سے زندگی گزارتے ہیں - ہمارا لباس ، ہماری موسیقی ، ہماری زبان ، ہمارا سوچنے کا انداز وغیرہ سب میں انفرادیت ہے جو ہر لحاظ سے دُوسرے ممالک اور علاقوں کے لوگوں سے مختلف ہے - یہ انداز سینکڑوں سال سفر کے بعد ہم تک پُہنچا ہے- آئیے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ انداز یا ثقافت کیسے بنی اور ہمارے بزرگوں نے اس کے لیے کیا کیا -

محمّد بن قاسم نے سندھ کے علاقوں کو فتح کرکے برِّصغیر میں مُسلم تہذیب کی بُنیاد رکھی لیکن اُس نے زیادہ عرصہ برِّصغیر میں قیام نہیں کیا -

محمّد بن قاسم کے دَور سے قریباً پونے تین سو سال بعد افغانستان کے ایک مُسلمان بادشاہ سُلطان محمُود غزنوی (997ء تا 1030ء) نے برِّصغیر کے ہندو راجاؤں کے خلاف فوج کشی کی اور کئی

میدانوں میں دُشمنوں کو شکست دی - اِس کا نتیجہ یہ نِکلا کہ سُلطان محمُود غزنوی کے بعد آنے والے مُسلمان حکمرانوں کے لیے برِّصغیر کے راستے کُھل گئے۔

سلطان محمود غزنوی کے قریباً ڈیڑھ سو سال بعد سلطان محمّد غوری (1173ء تا 1206ء) نے افغانستان کے علاقے سے برِّصغیر آکر باقاعدہ مُسلم حکومت قائم کی - یہی وجہ ہے کہ اِسے برِّصغیر میں اسلامی حکومت کا بانی سمجھا جاتا ہے - اِس کے بعد برِّصغیر میں مُسلم سلاطین کا ایک سِلسلہ شُروع ہُوا جن میں سے چند قابلِ ذکر سلاطین کے خاندانوں کے نام یہ ہیں :- غلامان (1206ء سے 1290ء) خلجی (1290ء سے 1320ء) تغلق (1320ء سے 1414ء) سادات (1414ء سے 1451ء) لودھی (1451ء سے 1526ء) اور مُغلیہ (1526ء سے 1857ء) - اِن سب میں خاندان مُغلیہ نے سب سے زیادہ عرصہ برِّصغیر پر حکومت کی۔

یہ حُکمران نہ صرف خُود اچھے مُسلمان تھے بلکہ اُنھوں نے اپنے اپنے دَور میں اسلام کی اشاعت میں ممکن حد تک حِصّہ لیا - اِن حکمرانوں کے زمانے میں صُوفیاؒ اور عُلماء کرامؒ کو ضروری سہولتیں فراہم کی گئیں، جن کی بدولت اُنھوں نے اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا - ان صُوفیاؒ اور عُلماء کرامؒ میں سے چند نام یہ ہیں: حضرت شیخ اسماعیل بُخاریؒ، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، حضرت بہاؤالدین زکریاؒ، حضرت سیّد مخدوم جہانیاںؒ جہاں گشت، حضرت لال شہباز قلندرؒ، حضرت خواجہ معین الدّین چشتیؒ، خواجہ بختیار کاکیؒ، حضرت بابا فرید الدّین گنج شکرؒ، حضرت نظام الدّین اولیاؒ، حضرت مجدّد الف ثانیؒ۔ اِن بزرگ ہستیوں نے اسلام کا پیغام برِّصغیر کے کونے کونے میں پُہنچایا۔

معاشرتی زندگی

مُسلمانوں کی معاشرتی زندگی کا بُنیادی اُصول مُساوات اور بھائی چارہ تھا۔ مُساوات پر اِتنا زور دیا جاتا تھا کہ کسی قسم کے سمجھوتے کی گنجائش نہ تھی - یہ اُصول برِّصغیر کے معاشرہ کے لیے نئے تھے کیونکہ یہاں پر ہندو مت نے ذات پات کی تفریق سے ایک سخت قِسم کا غیر منصفانہ نظام قائم کیا ہُوا تھا۔ اسلام کی رُواداری اور مُساوات کے اُصولوں نے ہندوؤں کو (خصوصاً وہ ہندو جو ذات پات کے نظام میں پس رہے تھے) بُہت مُتاثر کیا - اس کے علاوہ مُسلمان حُکمرانوں نے

ہندوؤں سے رواداری کا سلوک کیا، انھیں مذہبی آزادی دی اور سرکاری عہدے بھی دیے۔

علوم و فنون عہدِ سلاطین خصوصاً مغلیہ دور میں علوم و فنون کی بہت سرپرستی کی گئی۔ علماء، فضلاء اور صوفیائے کرام کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ علوم و ادب کو فروغ دینے کے لیے ضروری اقدامات کیے گئے۔ مدرسوں اور دیگر تعلیمی اداروں کی بہتری کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔

مسلمانوں کے دورِ حکومت میں دہلی میں علمی مجلسوں کی کمی نہ تھی۔ شاہی دربار اس قسم کی محفلوں کی سرپرستی کرتا تھا۔ شعراء کرام اور دیگر عالموں کو ان کے علمی کارناموں کے اعتراف کے طور پر انعام و اکرام سے نوازا جاتا تھا۔ سلطان بلبن علماء اور فضلاء کا قدردان تھا۔ بہت سے علماء، فضلاء اور تاریخ لکھنے والوں کو دربار سے وظائف ملتے تھے۔ امیر خسرو اس عہد کے مشہور شاعر اور ادیب تھے۔ ان کی فارسی شاعری کے علاوہ ہندی اشعار اور پہیلیاں آج بھی مشہور ہیں۔

مغلیہ دور میں تعلیم، ادب اور فن کے فروغ پر خصوصی توجہ دی گئی۔ اس دور میں ریاضی، منطق، فلسفہ، قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور جغرافیہ کے علاوہ دیگر سائنسی علوم بھی پڑھائے جاتے تھے۔ فارسی، اردو، ہندی، سنسکرت اور بنگالی ادب اور شاعری کو فروغ ملا۔ فیضی، نظیری اور عرفی اس عہد کے نامور شاعر تھے۔ مغلیہ دور میں عورتوں کی تعلیم پر بھی توجہ دی گئی۔ بہت سی خواتین نے تعلیمی کارنامے سرانجام دیے۔

فنِ مصوری، خطاطی ہم لکھ کر یا بول کر اپنی بات دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ بولنا تو قدرت



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب کو سکھاتی ہے، لکھنا صرف اس کو آتا ہے جو لکھنا سیکھے۔ اکثر لوگ صرف اِتنا لکھ لیتے ہیں کہ دُوسرا اس کو پڑھ لے، مگر کچھ لوگ اِتنا خُوبصورت لکھتے ہیں کہ دیکھ کر دل خُوش ہو جاتا ہے۔ ان کو خطّاط یا خُوش نویس کہا جاتا ہے اور لکھنے کے اِس فن کو فنِ خطّاطی کہا جاتا ہے۔

مُسلمان بادشاہوں خصوصاً مُغل بادشاہوں نے فنِ خطّاطی کی ترقّی کے لیے بہُت کام کیا۔ شہنشاہ بابر خطّاطی کا ماہر تھا۔ اُس نے اس فن کی سرپرستی کی۔

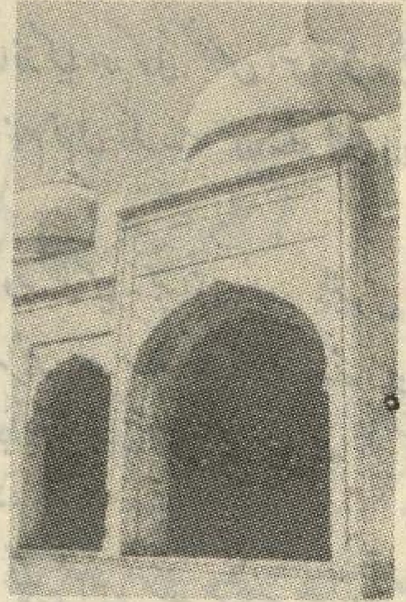
کچھ لوگ اپنے جذبات اور محسوسات کو تصویر بنا کر ظاہر کرتے ہیں۔ ان کو مصوّر کہا جاتا ہے۔ یہ تصویر بنانے کا فن، فنِ مصوّری کہلاتا ہے۔ اس زمانے میں فنِ مصوّری کو بھی فروغ حاصل ہُوا۔ جہانگیر نے ایک تصویر خانہ قائم کروایا۔ بہُت سی کتابیں اچھّے خطّاطوں سے لکھوا کر اس تصویر خانے میں رکھوائیں اور بہت سے مصوّر ان کتابوں میں تصاویر بناتے تھے۔

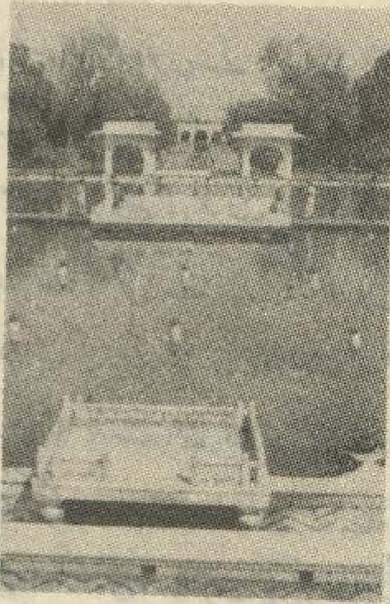
فنِ تعمیر

برِّصغیر میں فنِ تعمیر کو فروغ دینے کے لیے مُسلمانوں نے گرانقدر کام کیے۔ مُسلمانوں کی آمد سے قبل برِّصغیر کے لوگ تنگ و تاریک مکانوں میں رہتے تھے۔ ہندُوؤں کے فنِ تعمیر میں تنگی، داخلی تہ در تہ پیچیدگی اور مخروطیت نمایاں تھی۔ مُسلمانوں کا تعمیری ذوق وُسعت، کشادگی اور خارجی عظمت کا مظہر تھا۔ اُنھوں نے کھُلی، ہَوادار اور عظیم الشّان عمارات بنوائیں۔ اِن میں پکّی اینٹ اور چُونے کا اِستعمال ہوتا تھا نیز اعلیٰ درجے کی پچی کاری اور نقش و نگار پر خصُوصی توجّہ دی جاتی تھی۔ سلاطین کے زمانے کی عمارات میں قطب مینار دہلی، علائی دروازہ اور مقبرہ رکن عالم (ملتان) قابلِ ذکر ہیں۔ "سہسرام" میں واقع شیر شاہ سوری کا مقبرہ، عظمت اور جلال کا تاثر پیدا کرتا ہے۔ مُغلیہ دَور میں بنائی ہُوئی عظیم الشّان عمارات آج بھی قائم ہیں اور انھیں فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ اِن میں چند قابلِ ذکر عمارات یہ ہیں۔ لاہور کی بادشاہی مسجد، مسجد وزیر خاں، مقبرہ جہانگیر، شالا مار باغ،



مسجد وزیر خاں


موتی مسجد


شالامار باغ

اور شاہی قلعہ ۔ ٹھٹہ (سندھ) کی جامع مسجد، آگرہ کا تاج محل اور دہلی کی جامع مسجد، لال قلعہ اور موتی مسجد ۔ یہ عمارات سنگِ مرمر اور سُرخ پتھر سے بنائی گئی ہیں ۔

مُغل بادشاہوں نے کئی مدرسے، خانقاہیں، سڑکیں اور پُل بنوائے اور کئی شہر آباد کیے ۔ شاہجہاں جسے انجنیئر بادشاہ کہا جاتا ہے، نے ایک بہُت خوُبصورت تخت بنوایا جس پر قیمتی ہیرے اور جواہر لگوائے اور مور تراشے گئے ۔ اِسی لیے اِسے "تختِ طاؤس" کہتے ہیں ۔ یہ تخت کئی سال کی مسلسل محنت کے بعد مکمّل ہُوا ۔

مُسلمان حکمرانوں خصوصاً مُغل بادشاہوں نے زراعت کی ترقّی پر خصوصی توجہ دی کیونکہ برِّصغیر کے لوگوں کی اکثریت کا تعلق زراعت کے پیشے سے تھا ۔ زراعت کا ایک علٰحدہ محکمہ قائم کیا جو کہ کھیتی باڑی کرنے والوں کی بہُت مدد کرتا تھا ۔ ضرورت کے وقت قرضوں کی سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں ۔ مالیات کی وصولی کے لیے ایک باقاعدہ نظام رائج کیا گیا ۔ مالیہ کی شرح موزوں تھی اور حکام کو ہدایت تھی کہ مالیہ وصول کرنے کے لیے کاشت کاروں پر سختی نہ کریں ۔ قحط اور دیگر آسمانی آفات کی صُورت میں مالیہ معاف کردیا جاتا تھا ۔

رفاہِ عامہ

مُسلمان بادشاہوں نے عام آدمی کی بہتری کے لیے بہُت اقدامات کیے ۔ اِن اقدامات سے برِّصغیر کا ہر باشندہ بلا تخصیص مذہب و رنگ و نسل فائدہ اُٹھا سکتا تھا ۔ اِن اقدامات کا مقصد یہ تھا کہ مملکت میں ہر شہری کو جہاں تک ممکن ہو سکے بنیادی سہولتیں مہیّا کی جائیں اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے مُشکلات میں ہوں اُن کی ضروری مدد کی جائے ۔

کئی مُسلمان حکمرانوں نے اشیائے ضرورت کی قیمتوں پر کنٹرول نافذ کیا اور کوئی شخص اس مقررہ قیمت سے زیادہ رقم وصول نہیں کر سکتا تھا۔ اِس سِلسلہ میں علاؤ الدّین خلجی کا نام قابلِ ذکر ہے جس نے قیمتوں کو ایک مقررہ سطح پر رکھنے کی طرف بہُت توجّہ دی۔

فیروز شاہ تغلق نے بے روزگاروں کو روزگار مہیّا کرنے کا بندوبست کیا۔ بیواؤں اور یتیموں کی رہائش و خوراک کی ذمّہ داری حکومت پر تھی۔ اکثر بادشاہوں نے سرائیں اور مسافر خانے بنوائے جن میں مسافروں کو کھانا مُفت مِلتا تھا۔ اس کے علاوہ سڑکوں، پُلوں، مساجد اور ہسپتالوں کے بنانے کو کافی اہمیت دی گئی۔

شیر شاہ سُوری کو صرف پانچ سال حکومت کرنے کا موقع مِلا لیکن اس مختصر عرصے میں اس نے رہتاس (جہلم) سے لے کر سنار گاؤں (بنگال) تک جرنیلی سڑک بنوائی۔ اس کے علاوہ اس نے بے شمار سڑکیں، مساجد، سرائیں، ڈاک چوکیاں اور کنوئیں وغیرہ تعمیر کرائے۔

مشق

(ا) مختصر جوابات دیجیے:

1— محمّد بن قاسم کے سندھ پر حملہ کی وجوہات بیان کریں۔

2— مُسلمانوں کے سندھ میں آنے سے وہاں کے لوگوں پر کیا اثرات ہوئے؟

3— ثقافت سے کیا مراد ہے؟

4— مسلمانوں کی ثقافت کے اہم پہلوؤں کے بارے میں لکھیں۔

(ب) درج ذیل بیانات میں صحیح کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

1— راجا داہر سری لنکا کا بادشاہ تھا۔

2— محمّد بن قاسم نے آٹھویں صدی عیسوی میں سندھ پر حملہ کیا۔

3— محمّد بن قاسم کو سندھ کے مقامی لوگ نجات دہندہ سمجھتے تھے۔

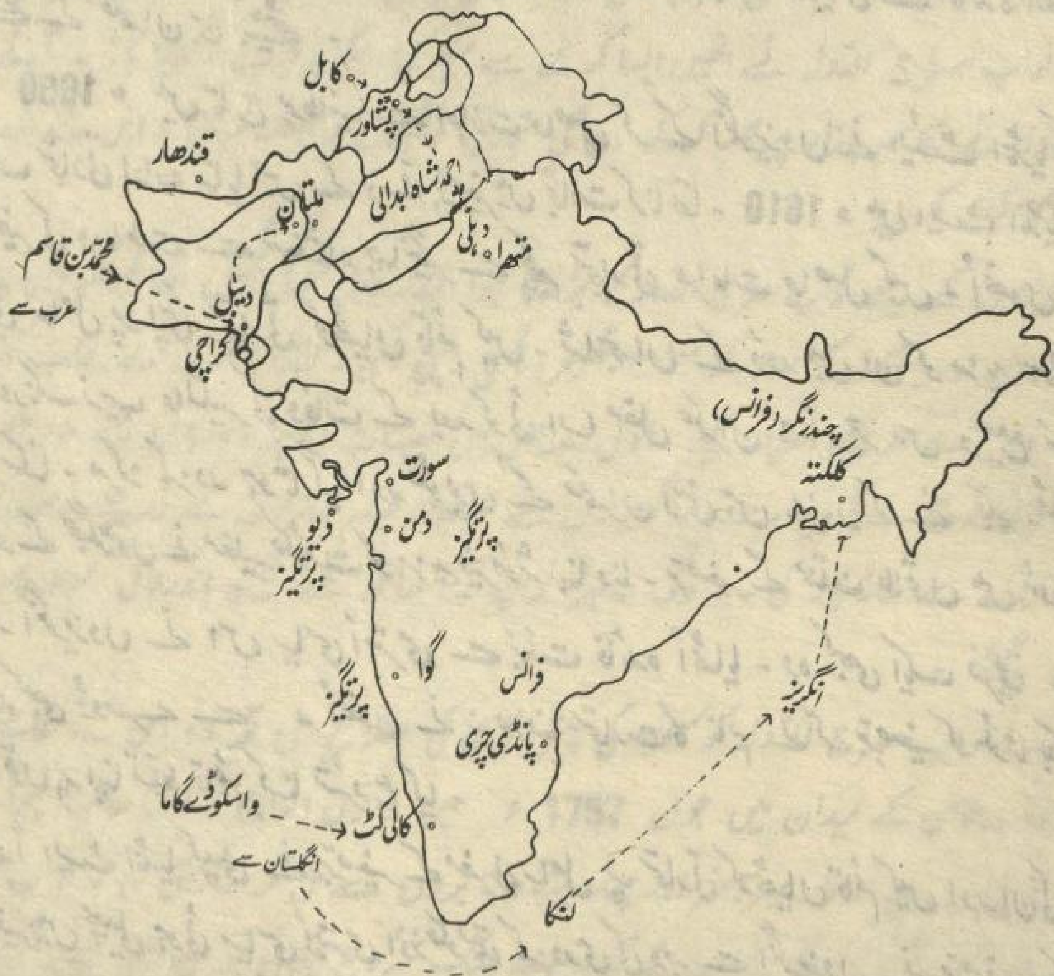
4— خاندان مُغلیہ نے قریباً تین سو سال حکومت کی۔

5— صُوفیا اور علماء کرامؒ نے اسلامی اشاعت میں اہم کردار اِدا کیا۔

باب 12

انگریزوں کی برّصغیر میں آمد

برّصغیر اور یورپ کے تجارتی تعلّقات کافی قدیم تھے۔ عرب تاجر برّصغیر کا سامان یورپ لے جا کر فروخت کرتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یورپی تاجر بھی برّصغیر سے براہِ راست تجارت کرنے کے متعلّق سوچنے لگے۔ پندرھویں صدی عیسوی کے آخر میں خشکی پر سفر کرنے کی بجائے بحری سفر کی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ خشکی پر سفر بحری سفر کے مقابلے میں زیادہ تکلیف دہ اور مشکل ہوتا تھا جبکہ بحری سفر میں بغیر کسی رکاوٹ کے طویل سفر کیا جاسکتا تھا۔ یورپی جہاز رانوں نے بحری راستوں کی



مسلمانوں، پرتگیزوں، فرانسیسیوں اور انگریزوں کی ہندوستان میں آمد کے راستے۔

تلاش شروع کی۔ بالآخر 1498ء میں پُرتگیزی جہازراں واسکوڈے گاما جنوبی افریقہ کے گرد چکر لگا کر مشرقی افریقہ کی بندرگاہ مالنڈی پُہنچا۔ وہاں اس کی ملاقات ایک عرب جہازراں سے ہُوئی جس کی رہنمائی میں واسکوڈے گاما بحیرہ عرب کو عبور کر کے جنوبی برّصغیر کی بندرگاہ کالی کٹ پُہنچ گیا۔

یہ بحری تجارتی راستہ معلوم ہونے کے بعد سب سے پہلے پُرتگیزی تاجروں نے برّصغیر کا رُخ کیا۔ اس کے بعد ولندیزیوں (ہالینڈ کے رہنے والے) انگریزوں اور فرانسیسیوں نے نہ صرف تجارت کا سلسلہ شروع کیا بلکہ کئی مقامات پر اپنی تجارتی کوٹھیاں قائم کیں اور بعض علاقوں میں اپنا سیاسی اثر بھی قائم کرنا شُروع کیا۔

انگریز اور ایسٹ انڈیا کمپنی

برِصغیر میں تجارت کی غرض سے آنے والی قوموں میں انگریز سب سے زیادہ کامیاب رہے۔ انھوں نے نہ صرف اپنے مدِ مقابل پُرتگیزوں، ولندیزیوں اور فرانسیسیوں کو تجارت میں مات دے کر اپنا اثرو رسوخ بڑھایا۔ بلکہ بڑی چالاکی سے برِصغیر میں موجود اندرونی خلفشار کو اُبھارا اور اِس سے فائدہ اُٹھا کر بالآخر اِس خطّے کے حکمران بن بیٹھے۔

1600ء میں تاج برطانیہ سے اجازت حاصل کر کے انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے ایک تجارتی اِدارہ بنایا جس کے ذمّے برِصغیر میں تجارت کرنا تھا۔ 1610ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ایک انگریز سفیر کی وساطت سے شہنشاہ جہانگیر سے کچھ تجارتی مراعات حاصل کیں۔ اُنھوں نے برّصغیر کے مغربی ساحل پر اپنی تجارتی کوٹھیاں قائم کیں۔ شاہجہاں کے دَور میں ان کو مزید سہولتیں حاصل ہُوئیں۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد کوئی ایسا مغل حکمران نہ آیا جو اس وسیع سلطنت کو سنبھال سکتا۔ مرکز کمزور ہوتا گیا اور صُوبوں کے حکمران اپنی من مانیاں کرنے لگے۔ مُغل شہزادوں میں اقتدار کے جھگڑوں نے مغلیہ حکومت کو مزید غیر مُؤثر بنا دیا۔ برّصغیر کے مختلف علاقوں میں شورشوں نے سر اُٹھایا۔ انگریزوں نے اس سیاسی اَبتری سے بہُت فائدہ اُٹھایا۔ وہ کبھی ایک فریق سے مِل جاتے اور کبھی دُوسرے سے۔ اُنھوں نے نہ صرف تجارت کا نام لے کر برِصغیر کو لُوٹا بلکہ اس کے مختلف علاقوں پر اپنا تسلط قائم کرنا شُروع کیا۔

ابتداً ایسٹ انڈیا کمپنی نے برّصغیر کے مغربی ساحل پر تجارتی کوٹھیاں قائم کیں اور ان کی مورچہ بندیاں کیں۔ برّصغیر میں پھیلی ہوئی سیاسی اَبتری اور حکومتی کمزوری کی وجہ سے انگریزوں نے برّصغیر کے جنوبی ساحلی علاقوں پر اپنا اقتدار قائم کیا اور اس کے بعد بنگال کا رُخ کیا۔

غیر مُلکی تسلط کے خلاف جہاد

انگریزوں کے بڑھتے ہُوئے اقتدار کا برِصغیر میں کافی ردِّ عمل ہُوا۔ یہاں کے کئی حکمرانوں نے انگریزوں کے خلاف سخت مزاحمت کی۔ اگرچہ یہ نامور حکمران انگریزوں کو برِصغیر سے باہر نکالنے میں کامیاب نہ ہوئے لیکن اُنھوں نے جس جُرأت اور شجاعت سے انگریزوں کا مقابلہ کیا۔ اس کی بنا پر ان کے کارنامے ہماری تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ اِن حکمرانوں میں سراج الدولہ، میر قاسم، حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا نام سرِفہرست ہے۔

سراج الدّولہ

نواب سراج الدّولہ اپنے نانا نواب علی وردی خان کے انتقال کے بعد 1756ء میں بنگال کا حکمران بنا۔ علی وردی خان کے زمانے میں انگریزوں کو بنگال میں تجارتی مراعات حاصل تھیں۔ اُنھوں نے اپنی تجارتی کوٹھیاں بھی بنا رکھی تھیں۔ لیکن ان کوٹھیوں کی قلعے بندی کی اجازت نہ تھی۔ علی وردی خان کے اِنتقال کے بعد انگریزوں نے قلعے بندیاں شرُوع کر دیں۔ نواب سراج الدّولہ نے انھیں ایسا کرنے سے منع کیا لیکن جب انگریز باز نہ آئے تو نواب سراج الدّولہ نے قاسم بازار پر حملہ کر کے ان کی تجارتی کوٹھیوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اُس نے کلکتہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

انگریزوں کے لیے نواب سراج الدّولہ کا بڑھتا ہوا اقتدار قابلِ قبول نہیں تھا کیونکہ اس سے اِن کے تجارتی مفادات اور اِقتدار کی ہوس کو سخت ٹھیس پُہنچ رہی تھی۔ لہٰذا انھوں نے نواب کا مقابلہ کرنے کے لیے دو بڑے طریقے اِختیار کیے۔ اوّل، مدراس میں تعیّنات انگریز افسروں سے مدد طلب کی۔ انگریز افسر کلائیو اپنی فوج لے کر آیا۔ دوم، انگریزوں نے مختلف حیلہ سازیوں کے ذریعے نواب سراج الدّولہ کے کچھ آدمیوں سے ساز باز کی۔ یہ لوگ ظاہراً نواب کے ساتھ تھے لیکن اندرونی طور پر انگریزوں سے مِل گئے۔

جب نواب سراج الدّولہ کو کلائیو کی پیش قدمی کی اطلاع مِلی تو وہ اِس کے مقابلے کے لیے آگے بڑھا۔ پلاسی کے میدان میں جون 1757ء میں دونوں افواج کا آمنا سامنا ہُوا۔ کلائیو نے نواب کی فوج کے سپہ سالار میر جعفر اور چند ہندُو تاجروں سے مل کر سازش کی کہ نواب سراج الدّولہ کی جگہ میر جعفر کو بنگال کا حاکم بنایا جائے گا۔ جب جنگ شرُوع ہُوئی تو میر جعفر نے انگریزوں سے مِلی بھگت کی وجہ سے نواب سے غداری کی اور جنگ میں حصّہ نہیں لیا۔ نواب سراج الدّولہ کی وفادار

فوجوں نے انگریزوں کا بے جگری سے مقابلہ کیا لیکن بالآخر انگریزوں کے ہاتھوں شکست کھانی پڑی۔ نواب سراج الدولہ دُشمن کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

انگریزوں نے میر جعفر کو بنگال کا نواب مقرر کیا۔ اس کے صلے میں میر جعفر نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو مزید تجارتی مراعات دیں اور کمپنی کے اعلیٰ افسران کو انعام واکرام سے نوازا گیا۔

میر قاسم

انگریزوں کی اس لُوٹ کھسوٹ سے میر جعفر شدید مالی مُشکلات میں پھنس گیا۔ جب وہ انگریزوں کے مزید مطالبات پُورے نہ کر سکا تو انگریزوں نے اِسے معزول کر کے اس کے داماد میر قاسم کو بنگال کا نواب مقرر کیا۔ اس کے عوض ایسٹ انڈیا کمپنی نے کافی جاگیریں حاصل کیں۔

میر قاسم ایک اچھا منتظم تھا۔ اُس نے بنگال میں امنِ عامہ کی صُورت بہتر کی اور غریب کاشتکاروں کی حالت بہتر بنانے کے لیے ضروری اقدامات کیے۔ اِس کے لیے سب سے مُشکل مسئلہ یہ تھا کہ انگریزوں کی مالی لُوٹ کھسوٹ اور رِشوتیں حاصل کرنے کی عادت کو کس طرح ختم کیا جائے کیونکہ اس سے بنگال کی مالی حالت خراب ہوتی جارہی تھی۔ میر قاسم نے دیکھا کہ کمپنی کے افسران اپنا ذاتی مال محصُول ادا کیے بغیر تجارت میں لگا دیتے تھے جس سے حکومت کو مالی نقصان ہوتا تھا۔ اس نے اندرونی تجارت کے تمام محصولات معاف کر دیے اور کمپنی کے افسروں کی چیرہ دستیوں کو کم کرنے کے لیے ان پر کچھ پابندیاں عاید کیں۔ اس پر انگریز ناراض ہو گئے۔ انھوں نے میر قاسم کو معزول کر کے میر جعفر کو دوبارہ بنگال کا نواب مقرر کر دیا۔

میر قاسم نے مختلف بادشاہوں سے مدد حاصل کرنے کے بعد بکسر کے مقام پر 1764ء میں انگریزوں سے مقابلہ کیا۔ انگریز فوج کی قیادت کلائیو کر رہا تھا۔ اِس جنگ میں میر قاسم کو شکست ہُوئی۔ انگریز اِسے گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہوئے اور وہ مُفلسی کی حالت میں 1778ء میں انتقال کر گیا۔

بنگال پر قابض ہونے کے بعد انگریزوں نے برِّصغیر کے دُوسرے علاقوں پر قبضہ کرنے کے لیے سوچنا شُروع کیا۔ اِس مقصد کے حصول کے لیے انگریزوں نے سازشوں اور روایتی مکّاری سے کام لیا۔ وہاں ان کا مقابلہ دو بہادر مُسلمان حکمرانوں سے ہُوا۔

حیدر علی

میسور کی ریاست پر ایک ہندو راجا حکومت کرتا تھا۔ حیدر علی نے اس راجا کی فوج میں عام سپاہی کی حیثیت سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اپنی ذہانت اور جرأت مندانہ عادات کی وجہ سے وہ فوج کا سپہ سالار بنا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ راجا کا وزیر بن گیا۔

جب حیدر علی نے دیکھا کہ ہندُو راجا اچھی طرح حکومت نہیں چلا رہا تو اُس نے راجا کو اس کی گدی

سے علٰحدہ کر دیا اور خود حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی ۔ حیدر علی نے میسور کو مُسلم ریاست قرار دے دیا۔

مرہٹے حیدر علی کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خائف تھے ۔ اُنھوں نے حیدر علی کے خلاف فوج کشی کی لیکن ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا ۔ مرہٹوں کے علاوہ انگریز اور نظام حیدر آباد کسی نہ کسی طریقہ سے حیدر علی کو نیچا دکھانا چاہتے تھے ۔

1767 ء میں انگریزوں، مرہٹوں اور نظام حیدر آباد نے مل کر میسور پر چڑھائی کر دی۔ حیدر علی نے نہایت عقل مندی سے مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو انگریزوں سے علٰحدہ کر دیا۔ انگریز اب اکیلے رہ گئے اور انھیں حیدر علی کے ہاتھوں شکست ہُوئی ۔ اس کے بعد حیدر علی پیش قدمی کرتا ہُوا مدراس تک جا پُہنچا۔ انگریزوں نے مجبوراً صُلح کر لی۔ انگریزوں نے حیدر علی کو بھاری تاوانِ جنگ ادا کیا ۔ یہ فیصلہ بھی ہُوا کہ ان پر اگر کوئی دُوسرا حملہ کرے تو وہ ایک دُوسرے کی مدد کریں گے ۔

انگریزوں نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی ۔ جب مرہٹوں نے میسور پر حملہ کیا تو انگریزوں نے مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس طرح انگریزوں پر حیدر علی کا اعتماد بالکل ختم ہوگیا ۔

ابھی مرہٹوں اور حیدر علی کا جھگڑا چل رہا تھا کہ مرہٹوں کا انگریزوں سے جھگڑا شروع ہوگیا۔ مرہٹوں کے رہنما نانا فرنویس نے حیدر علی سے صُلح کر لی ۔ اِنھیں ایام میں نظام حیدر آباد کے انگریزوں سے تعلقات خراب ہو گئے ۔ حیدر علی نے نظام حیدر آباد کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور انگریزوں پر حملہ کر دیا۔ انگریزوں کو ایک دفعہ پھر شکست ہُوئی ۔

جب انگریزوں نے محسوس کیا کہ وہ حیدر علی کو میدانِ جنگ میں ہرا نہیں سکتے تو اُنھوں نے شاطرانہ چالیں چلنا شروع کر دیں ۔ وہ مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو حیدر علی سے علٰحدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ اِن تمام مشکلات کے باوجود حیدر علی بے جگری سے انگریزوں کے خلاف لڑتا رہا

سُلطان ٹیپو

حیدر علی کی وفات کے بعد اس کے بیٹے سلطان ٹیپو نے ریاست میسور کی حکومت سنبھالی ٹیپو بہُت بہادر انسان تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ اگر انگریزوں کو روکا نہ گیا تو ایک دن وہ تمام برِصغیر کے حاکم بن بیٹھیں گے ۔ لہٰذا اس نے انگریزوں کے خلاف فوج کشی کے اِس سِلسلہ کو جاری رکھا جس کا آغاز اس کے والد حیدر علی نے کیا تھا ۔

سلطان ٹیپو نے انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لیے دُوسرے لوگوں سے معاہدے کیے ۔ تُرکی اور فرانس کی حکومتوں کے پاس اپنے سفیر بھیجے ۔ امیر افغانستان سے بھی مدد طلب کی ۔ لیکن کسی طرف سے کوئی خاص مدد نہ آئی ۔ دُوسری طرف انگریزوں نے مرہٹوں اور نظام حیدر آباد سے ساز باز کرکے

انھیں اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس کے علاوہ انگریزوں نے سُلطان ٹیپو کے کچھ درباریوں کو رشوت دے کر ساتھ ملا لیا۔ اس سازش میں سُلطان ٹیپو کے ایک ہندو وزیر پورنیا نے اہم کردار ادا کیا۔

اِن سب مسائل کے باوجود سُلطان ٹیپو نے انگریزوں سے فیصلہ کُن جنگ کا فیصلہ کیا۔ اندرونی سازشوں، مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کی علحدگی کی وجہ سے انگریزوں کو فتح حاصل ہُوئی۔ سلطان ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف لڑتے ہُوئے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ سُلطان ٹیپو کے بیٹوں کو انگریزوں نے گرفتار کر لیا اور اس طرح میسور کی اسلامی ریاست کا خاتمہ ہُوا۔

سلطان ٹیپو کا ایک مقولہ بہُت مشہُور ہُوا۔

"شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔"

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد ایک انگریز جنرل نے کہا تھا کہ اب برِّصغیر اِن کا ہے۔ یہ بات درست ثابت ہُوئی کیونکہ ٹیپو سلطان کی شہادت اور میسور کی اسلامی ریاست کے خاتمے کے بعد انگریزوں نے دُوسرے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا اور ان تمام قوتوں کو شکست دی جو ان کے خلاف مزاحمت میں مصروف تھیں۔ برِّصغیر کے مشرقی، شمالی اور جنوبی حِصّوں پر قبضہ کے بعد اُنیسویں صدی کے پچاس سالوں میں انگریزوں نے سِندھ اور پنجاب کے علاقوں پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

جنگِ آزادی 1857ء

اس سے پیشتر آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ انگریز اس برِّصغیر میں تجارت کے لیے آئے لیکن کچُھ عرصہ بعد اُنھوں نے قلعہ بندیاں بھی شروع کر دیں اور اس طرح اپنی فوجی قوّت کو بڑھانا شرُوع کیا۔ انھوں نے مقامی حکمرانوں کو آہستہ آہستہ شکست دے کر برِّصغیر پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ 1857ء تک وہ دو تہائی برِّصغیر کے حاکم بن گئے۔ باقی ماندہ برِّصغیر شاہی ریاستوں پر مُشتمل تھا جن کے حکمران ایسٹ انڈیا کمپنی کو خراج دیتے تھے۔ انگریزوں نے سیاسی چالوں، طاقت کے اِستعمال اور دھمکیوں سے کئی شاہی ریاستوں کے حکمرانوں کو معزول کیا یا اپنی پسند کے افراد کو اختیارات سونپے۔

انگریزوں کے ان ہتھکنڈوں سے برِّصغیر کے رہنے والے سخت تنگ تھے۔ اُنھوں نے 1857ء میں مسلّح کوشش کی کہ انگریزوں کو برِّصغیر سے نکال کر اس کی آزادی کو بحال کیا جائے۔ یہ کوشش اگرچہ کامیاب نہ ہُوئی لیکن اس سے وہ نفرت سامنے آگئی جو برِّصغیر کے رہنے والوں کے دِلوں میں انگریزوں کے خلاف موجود تھی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارتی اور مالی پالیسیوں سے برِّصغیر کی خُوش حالی کو شدید نقصان پُہنچا۔ انگریزوں نے تجارت کا نام لے کر برِّصغیر کا خام مال انگلستان پُہنچایا اور وہاں کے بنے ہُوئے سامان کے لیے برِّصغیر کو ایک منڈی کے طور پر اِستعمال کیا۔ انگریزوں نے زراعت کی ترقّی کی طرف خاص توجّہ نہ دی۔ بہُت سے زمینداروں سے زمینیں چھین لیں۔ مندروں اور مسجدوں کے ساتھ وقف زمینوں کو ضبط کر لیا۔ وہ سہولتیں جو برِّصغیر کے حکمران اپنی رعایا کو مہیا کرتے تھے انھیں ختم کر دیا۔ برِّصغیر کی صنعتوں کو سوچے سمجھے منصُوبے کے تحت تباہ کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ برِّصغیر میں غربت بڑھنے لگی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے عیسائی مشنریوں کو عیسائی مذہب کی تبلیغ کی اجازت دی۔ اِن مشنریوں نے برِّصغیر کے لوگوں کو عیسائی بنانا شرُوع کیا۔ جس کی وجہ سے برِّصغیر کے مذہبی رہنما سخت پریشان تھے۔

انگریزوں کے خلاف پھیلتی ہوئی نفرت میں جس چیز نے اضافہ کیا وہ کارتوسوں کا واقعہ تھا۔ اِس زمانے میں جو کارتوس اِستعمال ہوتے تھے ان کی ٹوپی کو دانتوں سے کھولنے کے بعد بندوق میں ڈالنا ہوتا تھا۔ ان کارتوسوں پر گائے اور سؤر کی چربی لگی ہوتی تھی۔ گائے ہندُوؤں کے لیے مُتبرک جانور ہے اور سُؤر مُسلمانوں کے نزدیک حرام ہے۔ انھوں نے محسوس کیا کہ چربی لگے ہوئے کارتوس دے کر انگریز نے مسلمانوں اور ہندُوؤں کی توہین کی ہے۔ انھوں نے ان کارتوسوں کو اِستعمال کرنے سے اِنکار کر دیا۔ انگریزوں نے کہا کہ جو سپاہی ان کارتوسوں کو اِستعمال نہیں کرے گا اِسے سخت سزا دی جائے گی۔

مارچ 1857ء میں بارک پور (کلکتہ) میں انگریزوں کے خلاف سپاہیوں نے بغاوت کی۔ ہُوا یوں کہ وہاں پر متعین مقامی سپاہیوں نے کارتوس استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ انگریز افسران بضد تھے کہ سپاہی یہ کارتوس اِستعمال کریں۔ اس پر جھگڑا ہُوا اور ایک مقامی سپاہی نے انگریز افسر کو گولی مار دی۔ فوجی عدالت نے اس سپاہی کو موت کی سزا سنا دی۔ جب یہ اطلاع دُوسری چھاؤنیوں میں پُہنچی تو مقامی سپاہیوں نے کارتوس اِستعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر ان سپاہیوں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ اس پر دُوسرے مقامی فوجیوں نے بغاوت کر دی اور اپنے قید شدہ ساتھیوں کو رہا کروا لیا۔

مقامی فوجیوں کی یہ بغاوت کئی اور مقامات پر پھیل گئی۔ مئی 1857ء میں میرٹھ کی فوج کے مقامی فوجی دہلی پُہنچے اور بہادر شاہ ظفر کی حکومت کے دوبارہ قیام کا اعلان کیا۔ اس قسم کی خبریں کئی دُوسرے شہروں سے آنے لگیں کہ مقامی فوجیوں نے انگریزوں کے خلاف ہتھیار اُٹھا لیے ہیں۔ کئی مقامات

پر برّصغیر کے مقامی فوجیوں اور انگریز فوجیوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی ۔ جن دُوسرے مقامات پر لڑائی ہُوئی ان میں زیادہ قابلِ ذکر نام یہ ہیں ۔ کراچی ، حیدر آباد ، کانپور ، جھانسی ، لکھنؤ اور اودھ ۔

مقامی فوجیوں اور باشندوں نے بڑی بہادری سے انگریزوں کا مقابلہ کیا ۔ لیکن تنظیم اور جنگی حکمتِ عملی کی کمی اور محدود وسائل اور ہتھیاروں کی قلت کی وجہ سے چند ماہ لڑائی کے بعد انگریزوں کا پلّہ بھاری ہوگیا ۔ اُنھوں نے برّصغیر کی آزادی کی اس کوشش کو کُچل دیا ۔

انگریزوں نے فتح حاصل کرنے کے بعد مقامی آبادی پر سخت مظالم ڈھائے ۔ اُنھوں نے ہزاروں مردوں ، عورتوں اور بچّوں کو بڑی بے دردی سے قتل کیا اور مقامی باشندوں کی جائیدادوں کو شدید نقصان پُہنچایا ۔ آخری مُغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کر کے رنگون (برما) میں جلا وطن کر دیا ۔ کچھ عرصہ بعد وہیں بہادر شاہ ظفر کا انتقال ہُوا ۔ انگریزوں نے بہُت سے مُغل شہزادوں کو قتل کر دیا ۔

انگریزوں نے 1857ء کی جنگِ آزادی کی تمام تر ذمہ داری مُسلمانوں پر ڈالی ۔ اِس لیے برّصغیر میں بسنے والوں میں سے مُسلمانوں کو انتقامی کارروائی کا سب سے زیادہ نشانہ بنایا گیا ۔

برِّصغیر پر تاجِ برطانیہ کی حکومت

جنگِ آزادی کی ناکامی کے بعد برّصغیر میں ایک تبدیلی یہ آئی کہ حکومتِ برطانیہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کو ختم کر کے برّصغیر پر تاجِ برطانیہ کی حکومت قائم کی ۔ اس فیصلہ کا نفاذ 1858ء میں ہُوا اور اس طرح برّصغیر باقاعدہ طور پر سلطنت برطانیہ کا ایک حِصّہ بن گیا ۔

برطانیہ نے قریبًا نوّے سال تک برّصغیر پر حکومت کی ۔ حکومتِ برطانیہ ، برِّصغیر کی حکومت کا سربراہ مقرر کرتی تھی جسے "گورنر جنرل یا وائسرائے" کہتے تھے ۔ شرُوع میں تمام اختیارات گورنر جنرل کے ہاتھ میں ہوتے تھے ۔ لیکن رفتہ رفتہ جنوبی ایشیا کے لوگوں میں سیاسی بیداری پھیلنے لگی اور اُنھوں نے غیرمُلکی غلامی کے خلاف جد وجُہد شرُوع کر دی ۔ اِس پر برطانوی حکومت نے ایسے قوانین پاس کیے جن کی رُو سے مقامی باشندوں کو بھی ایک حد تک حکومت کے کام اور قانون سازی میں شریک کیا جانے لگا ۔ عوام کے منتخب نمائندے بھی اسمبلیوں میں جانے لگے اور صُوبوں میں وزیر بھی مقرر ہُوئے مگر اصل اختیارات اب بھی گورنر جنرل اور صوبائی گورنروں کے پاس رہے ۔

مسلمانوں نے برّصغیر پر ایک ہزار سال سے زائد عرصے تک حکومت کی تھی ۔ اِس لیے وہ اِس خِطّہ میں بسنے والی تمام دیگر اقوام سے ممتاز تھے ۔ علم وفضل، فنی مہارت ، تہذیب اور خوُش حالی کے میدان

میں کوئی دوسری قوم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی ۔ جنگِ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مُسلمانوں سے خُوب اِنتقام لیا۔ ان کی زمینیں ضبط کیں، کاروبار کو نقصان پُہنچایا، ملازمتوں سے محروم کیا۔ یہاں تک کہ تھوڑے سے عرصے میں ہی مسلمان تباہ حال ہوگئے اور زندگی کے ہر میدان میں برِصغیر کی دوسری قوموں سے پیچھے رہ گئے ۔

مُسلم قوم کی یہ حالت دیکھ کر سرسیّد احمد خاں بہُت پریشان ہُوئے ۔ سر سیّد اس وقت انگریزی حکومت کی ملازمت میں تھے ۔ ملازمت کے دوران میں اُنھوں نے مُسلمانوں کی ترقّی کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ ان کا خیال تھا کہ جب تک مُسلمان جدید تعلیم حاصل نہیں کریں گے وہ ترقّی نہیں کر سکتے ۔چنانچہ اُنھوں نے علی گڑھ کے مقام پر 1875 ء میں ایم ۔اے۔او ہائی سکول کی بنیاد رکھی جسے 1877 ء میں کالج کا درجہ دے دیا گیا۔ سرسیّد احمد خان کی خواہش تھی کہ یہاں مُسلم یونیورسٹی قائم کی جائے ۔ان کی زندگی میں تو یہ آرزو پُوری نہ ہوئی۔ تاہم مُسلمانوں کی زبردست تحریک کے نتیجہ میں بالآخر 1920 ء میں یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا ۔

سرسیّد احمد خان اور اُن کے ساتھیوں کی کوششیں بار آور ثابت ہُوئیں ۔مُسلمان جدید تعلیم کی طرف مائل ہوگئے اور وہ دوبارہ ترقّی کی راہ پر چل نکلے ۔

ترقّی کے اِس نئے دَور میں مُسلم قوم زندگی کے ہر میدان میں آگے بڑھی ۔اُردو اَدب نے خُوب ترقّی کی ۔سرسیّد کے قلم نے اُردو نثر کو نکھارا۔حالی سے جدید اُردو شاعری، تنقید اور سوانح نگاری کا آغاز ہُوا۔ شبلی نے تاریخِ اسلام پر کئی کتابیں لکھیں اور انگریزوں کے اعتراضات کا جواب دیا۔ سیّد امیر علی نے انگریزی زبان میں کتابیں لکھ کر اہلِ یورپ کو اسلام سے روشناس کرایا۔سب سے بلند پایہ شخصیت علاّمہ اقبالؒ کی تھی جنھوں نے اپنی شاعری سے مُسلم قوم کو بیدار کر دیا اور اتحاد اسلامی پر بہُت زور دیا۔ اِسی دَور میں ایسی تحریکیں پیدا ہُوئیں جن کا مقصد مُسلمانوں کو یہ احساس دلانا تھا کہ اِسلام ایک مکمل نظامِ زندگی ہے اور اس دین کو عملی طور پر نافذ کرنا مُسلمانوں کا فرض ہے ۔

تحریکِ آزادی

جنگِ آزادی کی ناکامی پر برِصغیر کے باشندوں کو احساس ہوگیا کہ مسلّح بغاوت کے ذریعے انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنا مشکل تھی۔اب اُنھوں نے سیاسی جدوجُہد کے ذریعے آزادی حاصل کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔ 1885 ء میں ہندوؤں نے اپنی سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگرس بنا ڈالی ۔ اگرچہ کانگرس کا دعویٰ تھا کہ وہ ہندو اور مُسلمان دونوں قوموں کی جماعت ہے مگر مسلمانوں نے صاف کہا کہ وہ ایک الگ قوم ہیں اور ان کے حقوق

کی حفاظت ہندوؤں کی جماعت نہیں کر سکتی ۔ چنانچہ مسلمانوں نے 1906 ء میں اپنی الگ سیاسی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ قائم کی ۔

شروع میں مسلمانوں کا خیال تھا کہ ہندوؤں سے ایسا سمجھوتہ کر لیا جائے جس کے تحت آزادی حاصل کرنے کے بعد ہندو اور مسلمان مل کر پُرامن طریقہ سے زندگی گزار سکیں اور دونوں قوموں کے حقوق محفوظ رہیں ۔ مگر کانگرس نے ہر بار یہ ثابت کیا کہ اسے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت میں کوئی دلچسپی نہیں اور وہ صرف ہندوؤں کا غلبہ چاہتی ہے ۔ اس پر قائد اعظمؒ محمد علی جناح کی قیادت میں مسلم لیگ نے فیصلہ کیا کہ برِصغیر میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں ان کا الگ آزاد وطن ہونا چاہیے ۔ چنانچہ 1940 ء میں لاہور کے مقام پر مسلم لیگ نے ایک قرار داد منظور کی جسے "قرار دادِ پاکستان" کہتے ہیں ۔

اِس قرار داد کی منظوری کے بعد قائدِ اعظمؒ نے مسلمانوں کو متحد کر کے ایسی پُر زور مہم چلائی کہ سات سال کے قلیل عرصہ میں ہی انگریزوں اور ہندوؤں کو مسلمانوں کا یہ مطالبہ ماننا پڑا ۔ انگریز یہ مُلک چھوڑ کر جانے پر مجبور ہو گئے ۔ برِصغیر آزاد ہو گیا ۔ جہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی وہاں ان کا آزاد مُلک بھارت قائم ہو گیا اور مسلمانوں کی اکثریت کے علاقوں میں 14 ر اگست 1947 ء کو آزاد اسلامی مملکت پاکستان وجود میں آئی جو مسلمانوں کے لیے بہت بڑی نعمت ہے ۔

مشق

(الف) 1 — درج ذیل شخصیات میں سے دو کی خدمات کا ذکر کریں ۔

سراج الدولہ ۔ میر قاسم ۔ حیدر علی ۔ ٹیپو سلطان ۔

2 — 1857 ء کی جنگِ آزادی کا حال بیان کیجیے ۔

3 — تاجِ برطانیہ کی برِصغیر پر حکومت کے بارے میں مفصّل نوٹ لکھیں ۔

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کریں :

1 — ایسٹ انڈیا کمپنی . . . . میں قائم ہوئی ۔

2 — میر قاسم کا انتقال . . . . میں ہوا ۔

3 — شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی . . . . سالہ زندگی سے بہتر ہے ۔

4 — جنگِ آزادی . . . . میں لڑی گئی ۔

5 — . . . . میں برِصغیر سلطنت برطانیہ کا حصّہ بن گیا ۔



شجر لگا زمین میں   حکم ہے یہ دین میں

      تیار کردہ: پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور
منظور کردہ: قومی ریویو کمیٹی وفاقی وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد   کشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان   ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام   قُوّتِ اُخوّتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت   پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پرچمِ ستارہ و ہلال   رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال   جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

تجرباتی ایڈیشن	طباعت	تاریخِ اشاعت	تعداد	قیمت
اوّل	دوازدہم	جنوری 1991	41,000	5.20